

ماہنامہ

بانی: غلام حیدر شیخ

چیف ایڈیٹر:
اولیس حیدر شیخ

برجستہ

لاہور اور کویت سے یک وقت اشاعت

ONLINE EDITION

VOLUME: 4 | ISSUE 55 | SEPT. 2026





5 MARLA RESIDENTIAL PLOTS

DESIGNED FOR **LUXURY,**
COMFORT &
LASTING VALUE.



PRIME
LOCATION



SECURE
COMMUNITY



MODERN
INFRASTRUCTURE



HIGH
INVESTMENT
POTENTIAL



+923214449225

FAIDA ISSI MEIN HAI

برجستہ

لاہور اور کویت سے ہیک وقت اشاعت

فرنٹ	سرورق
صفحہ 2	اشتہار
صفحہ 3	فہرست
صفحہ 4	اداریہ
صفحہ 5	کالم و مضامین
صفحہ 6-7	کالم و مضامین
صفحہ 8	کالم و مضامین
صفحہ 9	کالم و مضامین
صفحہ 10	کالم و مضامین
صفحہ 11-12	کالم و مضامین
صفحہ 13-14	کالم و مضامین
صفحہ 15	اشتہار
صفحہ 16	کالم و مضامین
صفحہ 17-18	کالم و مضامین
صفحہ 19-20	خصوصی رپورٹ
صفحہ 21	کویت ڈائری
صفحہ 22	کویت ڈائری
صفحہ 23-24	انقرہ ڈائری
صفحہ 25	ایک شاعر ایک تعارف
صفحہ 26	طب و سائنس
صفحہ 27-28	دین حق
صفحہ 29	بچوں کی کہانیاں
صفحہ 30	کھیل کھلاڑی
صفحہ 31	فلمی دنیا
صفحہ 32	اشتہار

دفاعی معاہدہ جو نیٹو طرز پر تشکیل دیا جانے کا امکان

مولانا، خبر لیجیے ”ذہن بگڑا“

”بتوں سے تجھ کو امیدیں

دھوکہ، خوف اور مجبوری کا کھیل

دینار اُلفت۔۔۔ کہاوتیں کویت کی

رزق حلال اور قناعت: اُسوہ حسنہ کے تابناک نقوش اور احیائے ملت کی راہ

14 اگست۔۔۔ تجدید عہد کا دن

اینڈی برنہم نے سنبھالی برطانیہ کی قیادت

اعتبار۔۔۔

علمی و تہذیبی ورثہ کا تحفظ ہماری قومی ذمہ داری ہے

سابق ڈائریکٹر بزم اقبال۔۔۔ ڈاکٹر تحسین فراقی کے اعزاز میں الوداعی تقریب: روداد

سفارتخانہ کا کویت میں پہلے پاکستان فروٹ ویک کا شاندار افتتاح

پپلز پارٹی رہنما عتیق عدنان کی تیسری برسی

حجاب کی جیت۔۔۔ امینہ ایردوآن کا سفر عزت

حسین جاوید

صحت مند عمل استحلالہ (مینا بولزم) کے فوائد

قرآن وحدیث کی روشنی میں شہید کا مقام

ہاتھیوں کا گاؤں

پاکستانی کرکٹ کے حقیقی سپر سٹارز

بالی ووڈ اور لالی ووڈ میں رشتوں کی ایک انوکھی کہانی

+92-322-5300-703



FOR PAKISTAN

+965-6600-6571



FOR KUWAIT

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

پاکستان کی کریڈٹ ریٹنگ میں بہتری

عالمی ریٹنگ ایجنسی موڈیز نے پاکستان کی کریڈٹ ریٹنگ سی اے اے ون سے بڑھا کر بی تھری کردی ہے۔ موڈیز کے مطابق درجہ بندی میں اس پیش رفت کی وجوہات میں بہتر گورنس، زرمبادلہ کے ذخائر کا مضبوط ہونا اور مقامی قرض لینے کی لاگت میں کمی کے علاوہ پاکستان میں مسلسل میکرو اکنامک استحکام شامل ہے۔ واضح رہے تقریباً 12 ماہ میں موڈیز کی درجہ بندی میں پاکستان کی پوزیشن دو درجے بہتر ہوئی ہے۔ وزیراعظم شہباز شریف نے موڈیز کی طرف سے پاکستان کی کریڈٹ ریٹنگ بہتر ہونے کا خیر مقدم کیا اور قوم کو مبارکباد بھی دی۔ انہوں نے نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ بینظیر اسحاق ڈار، چیف آف ڈیفنس فورسز فیلڈ مارشل عاصم میر اور وزیر خزانہ محمد اورنگزیب کے ساتھ ساتھ تمام متعلقہ وزراء اور حکام کی کاوشوں کو سراہا۔ وزیراعظم کا کہنا تھا کہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور ریٹنگ ایجنسیوں کی جانب سے پاکستان کی معاشی صورت حال میں مثبت پیش رفت کا اعتراف، دراصل حکومتی معاشی پالیسیوں اور اصلاحات پر بڑھتے ہوئے عالمی اعتماد کی عکاسی کرتا ہے۔ وزیراعظم نے یہ بھی کہا کہ حکومت نے معیشت کو مستحکم کرنے اور بیرونی شعبے میں بہتری کے لئے موثر اقدامات کیے، معاشی استحکام کے لئے حکومت کی مسلسل محنت اور اصلاحات کے نتیجے میں عالمی اداروں کا پاکستان پر اعتماد بڑھ رہا ہے۔ ملکی معیشت کو پائیدار بنیادوں پر استوار کرنے کیلئے حکومت اصلاحات کا عمل مزید تیز کرے گی۔ شہباز شریف نے کہا کہ ان کی منزل پاکستان کو ایک مضبوط، خود کفیل اور پائیدار معیشت بنانا ہے۔

واضح رہے کہ موڈیز نے 2023ء میں معاشی حالات میں شدید خرابی کے باعث پاکستان کی 2022ء کی ریٹنگ منفی سی اے اے ون سے کم کر کے سی اے اے تھری کر دی تھی جو گزشتہ تین دہائیوں کی سب سے کم ریٹنگ تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب پاکستان دیوالیہ پن کے دبانے پر تھا، پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی حکومت تحریک عدم اعتماد کے ذریعے ختم ہو گئی تھی۔ اپریل 2022ء میں جب پاکستان ڈیفو کو ریٹنگ موموٹ (پی ڈی ایم) کے امیدوار شہباز شریف نے حکومت سنبھالی تو ملک کے معاشی حالات دیگر گرو تھے۔ اس دور حکومت میں معیشت میں بہتری کے لئے سخت فیصلے کیے گئے جس کی وجہ سے ملک دیوالیہ ہونے سے بچ گیا۔ معیشت کی بحالی کا یہ سفر وزیراعظم شہباز شریف اور ان کی معاشی ٹیم نے 2024ء میں دوبارہ اقتدار سنبھالنے کے بعد بھی جاری رکھا، ملک بتدریج معاشی استحکام کی جانب بڑھتا رہا اور اب کریڈٹ ریٹنگ اس سطح پر واپس آ چکی ہے جہاں 2015ء سے 2022ء کے دوران تھی۔ واضح رہے کہ اس کریڈٹ ریٹنگ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ملک کے معاشی معاملات بالکل درست ہو گئے ہیں بلکہ اب یہ کم از کم مثبت لیٹر پر نہیں ہے۔ پاکستان نے سی اے اے تھری سے بی تھری تک کا سفر طے کر لیا ہے لیکن یہاں سے ٹرل اے تک پہنچنا انتہائی کٹھن ہے لیکن ایسا نہیں کہ یہ ہدف ناممکن ہے۔ دنیا کے صرف چند ممالک کو بین الاقوامی ریٹنگ ایجنسیوں کی اعلیٰ ترین کریڈٹ ریٹنگ حاصل ہے۔ اگرچہ امریکا اور چین سمیت بعض بڑی معیشتوں کی ریٹنگ بڑھتے ہوئے قرضوں اور مالیاتی دباؤ کے باعث اعلیٰ ترین درجے پر نہیں، تاہم ان کی موجودہ کریڈٹ ریٹنگ اب بھی پاکستان کے مقابلے میں کہیں بہتر ہے۔ پاکستان کی ریٹنگ میں حالیہ بہتری خوش آئند ضرور ہے، لیکن اسے سرمایہ کاری کے لئے محفوظ درجے تک پہنچنے کے لئے ابھی طویل سفر طے کرنا ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ سمیت بعض معاشی اشاریوں پر امریکا، ایران، جنگ کا شدید دباؤ ہے، ان میں سے چند ایک متاثرہ بھی ہوئے ہیں لیکن چونکہ حکومتی معاشی ٹیم سخت نظم قائم رکھے ہوئے ہے اور زیادہ تر اشاریے تاحال قابو میں ہیں اس لئے امید کی جاسکتی ہے اس کے بہت زیادہ منفی اثرات معیشت پر نہیں پڑیں گے۔ حالیہ کریڈٹ ریٹنگ سے بین الاقوامی اداروں اور سرمایہ کاروں کا پاکستانی معیشت پر اعتماد بحال ہوگا۔ ملک میں سرمایہ کاری لانے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں سازگار ماحول مہیا کیا جائے جو دہشت گردی کے خاتمے کے علاوہ طویل مدتی پالیسیوں اور داخلی استحکام کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ بہت سے تکنیکی مسائل کے علاوہ پاکستان کا ایک بڑا مسئلہ ملک میں جاری سیاسی محاذ آرائی بھی ہے۔ وہ ملک معاشی طور پر ترقی نہیں کر سکتا جہاں سیاسی استحکام ہی نہ ہو، اس لئے لازم ہے کہ داخلی اور سیاسی مسائل کو حل کیا جائے۔ خصوصاً جب پاکستان ایک جانب دہشت گردی کے خلاف برسرِ پیکار ہے اور دوسری جانب اپنے سے کئی گنا بڑے روایتی حریف بھارت کے مذموم عزائم کا مقابلہ کر رہا ہے تو ملک میں بے یقینی اور عدم اعتماد پیدا کرنے سے مسائل مزید گھمبیر ہو جائیں گے۔ ایران کی بقاء میں داخلی اتحاد کا بہت بڑا تھک ہے، یہاں بھی اہل سیاست کا ملک کے وسیع ترین مفاد میں متحد ہونا ضروری ہے۔ اپوزیشن جماعتیں بالآخر تحریک پلیٹ فارم پر اکٹھی ہو گئی ہیں، وہ حکومت کو آڑے ہاتھوں لینا چاہتی ہیں لیکن اس کے لئے سڑکوں، چوک اور چوراہوں کے بجائے پارلیمنٹ میں بیٹھ کر بات کرنی چاہئے۔ حکومت اور اپوزیشن نظام کے دو ایسے پیسے ہیں جن کے درمیان توازن اور باہمی احترام ہی سے جمہوریت کی گاڑی آگے بڑھ سکتی ہے۔ اپوزیشن کا بنیادی کردار پارلیمان کے اندر رہتے ہوئے حکومت کی موثر نگرانی، تعمیری تنقید اور قومی اہمیت کے معاملات میں تعاون کرنا ہے۔ پی ٹی آئی ملک کی سب سے بڑی اپوزیشن جماعت ہے، اس لئے اسے پارلیمان کی قانہ اور دیگر کمیٹیوں میں واپس آ کر اپنی آئینی و جمہوری ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔ یہی راستہ جمہوریت کو مضبوط بنانے، سیاسی بے یقینی ختم کرنے اور داخلی استحکام پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ حکومت اور اپوزیشن باہمی اختلافات سے بالاتر ہو کر کام کریں تو نہ صرف دہشت گردی کے ناسور کا زیادہ موثر انداز میں مقابلہ کیا جاسکتا ہے بلکہ سیاسی استحکام کے ذریعے معاشی استحکام کی بنیاد بھی مضبوط بنائی جاسکتی ہے۔ موجودہ حکومت اپنی آئینی مدت کا تقریباً نصف حصہ مکمل کر چکی ہے اور باقی مدت بھی بالآخر گزر جائے گی۔ لہذا اپوزیشن جماعتوں کو اپنی توانائیاں محاذ آرائی کے بجائے آئندہ انتخابات کی تیاری اور عوام کے سامنے ایک موثر متبادل پیش کرنے پر صرف کرنی چاہئیں۔ حکومت کی کارکردگی کا حتمی فیصلہ عوام پر چھوڑ دینا ہی جمہوری طرزِ عمل ہے؛ وقت آنے پر عوام اپنے ووٹ کے ذریعے فیصلہ دے دیں گے۔

بانی: غلام حیدر شیخ

ماہنامہ

چیف ایڈیٹر:
اولیس حیدر شیخ

برجستہ

لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ہماری ٹیم

علی حیدر شیخ

ایگزیکٹو ایڈیٹر:

اصغر علی کھوکھر

ایڈیٹر:

عدیل احمد خان

منیجنگ ایڈیٹر:

عائشہ خان

ڈپٹی ایڈیٹر:

امیر محمد خان

ریزیڈنٹ ایڈیٹر جلد:

ڈاکٹر رابعہ حیدر

ایڈی ایڈیٹر (یو۔ کے):

محمد عمر

ایڈیٹر کویت:

ذوالقرنین حیدر

فوٹو گرافر:

معیر احمد

مارکیٹنگ اینڈ سرکولیشن:

شاہ زمان کی زندگی میں منفی اثرات اور اس کا بدلتا ہوا کردار



حفیظ اللہ خان

گزشتہ سے پیوستہ

شاہ زمان کی زندگی میں منفی اثرات اور اس کا بدلتا ہوا کردار:

شاہ زمان کا بچپن ایک خوشگوار اور بے فکری کی حالت میں گزرا تھا۔ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ کھیلتا، مذاق کرتا اور زندگی کی سادہ خوشیوں میں محو رہتا تھا۔ لیکن وقت نے اس کی دنیا کو یکسر بدل دیا۔ جب وہ 15-16 سال کو پہنچا تو اس میں ایک نیا اعتماد پیدا ہوا مگر یہ اعتماد مثبت نہیں بلکہ منفی سمت میں بڑھتا تھا۔

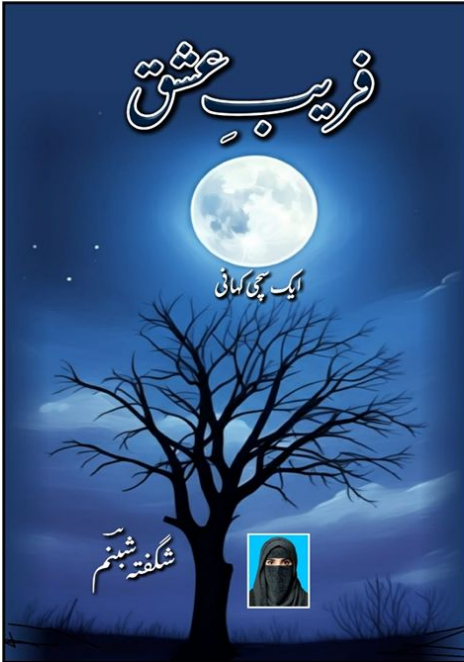
اب وہ رات بھر Pubg گیم کھیلتا تھا شاہ زمان کے ہاتھ میں جو موبائل فون آیا وہ اس کی زندگی کی ایک بڑی تبدیلی کا آغاز تھا وہ فون جو پہلے صرف امراء کے ساتھ نظر آتا تھا اب اس کی زندگی کا مرکز بن چکا تھا۔ یہ فون اسے ایک ایسی دنیا میں لے آیا جس سے ہم سب ناواقف تھے ایک ایسی دنیا جہاں بے راہ روی، غیر اخلاقی تعلقات اور غیر مناسب مواد کی بھرمار تھی۔

شاہ زمان کا اٹھنا بیٹھنا لوگوں کے ساتھ ہونے لگا تھا جن کا کردار شریف معیار کے مطابق نہیں تھا۔ وہ لوگ جو نہ صرف اخلاقی طور پر کمزور تھے بلکہ ان کی صحبت میں آکر شاہ زمان نے اپنی شخصیت میں بھی زہر گھول لیا تھا۔ وہ والدین سے چھپ کر ان لوگوں کے ساتھ وقت گزارتا اور واپس آکر گھر والوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن والدین جانتے تھے کہ یہ سب کچھ ہمارے لیے ایک سرخ بتی ہے۔

شاہ زمان کی زندگی میں ایک ایسی تبدیلی آچکی تھی جو والدین کے لیے واضح طور پر پریشانی کا باعث تھی۔ جب وہ اپنے موبائل فون کے ذریعے والدین کو اس کا راز بتائے بغیر اپنی دنیا میں غرق ہوتا تو سب پریشان ہو جاتے کہ اس کا رویہ غیر معمولی کیوں ہو رہا ہے۔ وہ ہم سے بات کرتے ہوئے عجیب سا رویہ اپناتا تھا۔ ابواسے روزانہ پچاس یا سو روپے جیب خرچ دیتے لیکن یہ رقم کبھی کافی نہیں ہوتی تھی۔

بہت جلد والدہ نے محسوس کی کہ شاہ زمان کے پاس ہزاروں کے کڑک نوٹ ہوتے ہیں اور یہ پیسے اس نے کہاں سے حاصل کیے تھے یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔

جب امی نے اس سے پوچھا تمہارے پاس یہ اتنی زیادہ رقم اور اتنے قیمتی فون کہاں سے آتے ہیں؟ تو اس کا جواب غیر متوقع تھا اس نے نہ صرف غصے سے جواب دیا بلکہ امی کو شک کرنے والی بات پر بھی اعتراض کیا۔ "آپ مجھ پر شک کر رہی ہیں؟" شاہ زمان کا یہ جواب والدین کے دل میں ایک گہری تشویش کا بیج بو گیا۔ گھر والوں نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھوں میں وہ سادہ محبت نہیں رہی تھی جو ہم بچپن میں اس میں دیکھتے تھے۔ اب اس کے اندر ایک نئی دنیا کی جستجو تھی ایک ایسی دنیا جس میں وہ اپنے اندر کے غصے اور خواہشات کی تسکین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ دوستوں کے



ساتھ جا کر ہوٹلوں میں حقہ پیتا تھا کبھی کبھار محلے دار والد سے شکایت کرتے کہ شاہ زمان ایک مرسدیز اور بی ایم ڈبلیو گاڑی میں اجنبی لوگوں کے ساتھ سفر کرتے دیکھا گیا تھا جب بھی آئی فون کا نیا ماڈل آتا تو سب سے پہلے شاہ زمان کے ہاتھ میں ہوتا۔

یہ تبدیلیاں صرف ہماری گھریلو زندگی کو ہی متاثر نہیں کر رہی تھیں بلکہ اس کے مستقبل کے حوالے سے بھی والدین کو شدید خدشات پیدا ہو چکے تھے۔ شاہ زمان کا سکول جانے کا ارادہ کم ہوتا جا رہا تھا اور وہ زیادہ تر وقت فون پر گزارنے لگا تھا۔ کمرے میں اپنے لئے میک اپ کی پوری دکان سجائی ہوئی تھی لمبے بال رکھے تھے۔ بالوں کو

خواتین کی پلچ کریم سے رنگ کرتے۔ پیچھے سے اگر کوئی دیکھ لیتا تو کسی مونث کا گمان کرتا کیونکہ اس کا قطع وضع نسوانی لگتا اور لیڈر زکھر Fit جسم سے چمٹے پٹے پہنتے تھے جس میں تمام اندام واضح نظر آتے تھے دوستوں کے ساتھ سلفیاں لینا اور تنگ ٹاک اکاؤنٹ پر بے ہودہ شاعری کے گانوں کے ساتھ ہونٹ ہلاتے ویڈیوز اپلوڈ کرنا ان کا مشغلہ بن چکا تھا ان غیر ضروری، نامناسب تعلقات کی بنا پر اس کا ذہن اس قدر منتشر ہو چکا تھا کہ اس نے اپنی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

اس کی زندگی میں اس نئی دنیا کے اثرات اتنے شدید تھے کہ وہ اپنا ماضی بھول چکا تھا۔ وہ وہی لڑکا تھا جسے والدین نے ہمیشہ نیک صاف اور سادہ زندگی گزارنے کی نصیحت کی تھی لیکن اب اس کا ذہن ان سب باتوں سے خالی تھا۔ وہ کسی اور دنیا کا حصہ بن چکا تھا اور گھر والے محض اس کی زندگی کے بدلتے ہوئے دھارے کو دیکھنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

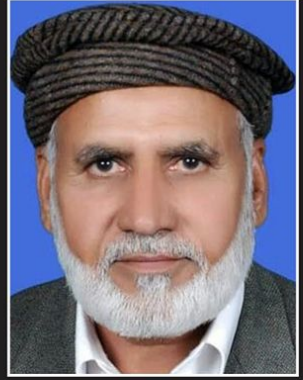
اب وہ لڑکا جو کبھی سکول میں والدین اس کی کامیابیوں پر فخر کرتے تھے اب ان کامیابیوں سے دور ہو چکا تھا۔ والدین اس تبدیلی کو نہ صرف محسوس کر رہے تھے بلکہ اس کی حرکات پر سخت پریشان بھی تھے۔ گھر والوں کے لیے یہ تبدیلی ایک سنگین انتہا تھی کہ کہیں ہمارا بیٹا اس راہ پر نہ چل نکلے جس پر اس کا مستقبل نہیں بلکہ اس کی زندگی بھی سوالیہ نشان بن جائے۔

☆☆☆☆☆☆

نتیجہ امتحان اور چار مضامین:

امتحان دے کر تب مجھے یاد بھی نہیں رہا کہ میں نے کس غرض سے یہ جسمانی مشقت لی تھی جب بورڈ نے نتائج کا اعلان کیا تو میں انگلش ریاضی سائنس اور اسلامیات میں فیل تھی ابونے مجھے حوصلہ دینے کی کوشش کی وہ شاید تھے کہ یہ پہلے کی شگفتہ ہے جن کی خوراک مطالعہ تھی یا شاید میں اس ناکامی پر پریشان اور مایوس ہوں گی۔۔۔۔۔۔ دیکھ بیٹا کوئی بات نہیں یہ چار مضامین تم نے سپلیمنٹری میں دے دینا کامیاب ہو سکتی ہو پھر مجھے تسلی دینے لگے جیسے میں کوئی سی ایس ایس کے امتحان کی تیاری کر چکی تھی جو فیل ہوئی ہوں مجھے اپنی ناکامی پر کو پریشانی یا کچھ متاوا تھا ہی نہیں۔ میں یہ بھول چکی تھی کہ میں تو اردو میں ماسٹر کرنے والی اور مستقبل میں لیکچرار بننے والی تھی میری آنکھوں پر اب تو کمال کے ساتھ عشق کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ (جاری ہے)

محمد بوٹابی اے ”بوجھ بابا“



تحریر: محقق: محمد فاروق عزمی

"محمد بوٹابی اے" ہمارا دوست ہے اسے ایک سرکاری ہسپتال میں ہر تین ماہ کے بعد چیک اپ اور مفت دوا میں حاصل کرنے کے لیے جانا ہوتا ہے۔ جہاں لمبی لمبی قطاروں میں لگ کر پرچی بنوانا، پھر ڈاکٹر کے سامنے پیش ہونا۔ سرسری سے چیک آپ کے بعد دوائی کے لیے انتظار کے مراحل۔ تب کہیں جا کر غیر معیاری ادویات کا حصول ممکن ہوتا ہے جو حکومت مفت فراہم کرتی ہے۔ اس ساری ذلالت نے اسے اس قدر بددل کیا ہے کہ وہ اس بار ایک لمبے عرصے تک ہسپتال نہیں گیا۔ پھر گھر سے اتنی دور سائیکل پر جانا بھی اب بڑھاپے میں خاصا تکلیف دہ عمل ہے۔ لہذا اس بار جب وہ اپنی برسوں پرانی ہسپتال کی فائل کی گرد جھاڑ کر جیسے تیسے ہسپتال پہنچا اور مختلف کھڑکیوں اور قطاروں کو ٹھگتا کر ڈاکٹر صاحب کے روم میں داخل ہوا تو معائنے کے لیے ایک ہی میز پر دو ڈاکٹر تشریف فرما تھے جو باہم خوش گپیوں کے دوران مریضوں کو بھی گاہے گاہے دیکھ کر دو توجیز کر رہے تھے۔ انھوں نے بوٹے سے اتنے لمبے وقفے کے بعد ہسپتال آنے کی وجہ دریافت کی۔ موصوف کوئی تسلی بخش جواب نہ دے پائے تو ایک ڈاکٹر نے پوچھا کہ گھر کے فیملی ممبران میں سے بھی کسی نے آپ کو ہسپتال آنے اور باقاعدگی سے دوا لینے کے لیے نہیں کہا؟ بوٹے کی خاموشی پر انہوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک ڈاکٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے دوسرے ڈاکٹر سے آہستہ سے کہا، "بوجھ بابا" پھر خود ہی گویا ہوا کہ بابا، جی ہمارے معاشرے میں بہت سے گھروں میں ایسے بزرگ بابے اور مائیں موجود ہیں جنہیں بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ اور گھر میں انھیں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی۔ وہ چیک اپ کرائیں نہ کرائیں، دوائیں نہ لیں کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ ان سے "دعائیں" لینی ہوں تو دو گھڑی ان کے پاس رک کر انھیں دعا کے لیے "حکم" "نما در خواست" کر دی جاتی ہے۔

دلچسپی نہیں لیتے، اپنی ذمہ داریاں محسوس نہیں کرتے سب کچھ بوڑھے باپ کے ناتواں کندھوں پر ڈال کر اپنی اپنی دنیا میں مست ہیں۔ وہ کندھے جو اب اپنی عمر کے بوجھ سے جھک چکے ہیں۔

یہ صرف ہمارے دوست "محمد بوٹے" کا دکھ نہیں۔ بلکہ ہمارے معاشرے کے بے شمار بزرگوں کا مشترکہ المیہ ہے۔ جن کی انگلی تھام کر بچوں نے چلنا سیکھا۔ آج ان لرزتے ہاتھوں کو سہارا دینے والا کوئی نہیں۔ جن آنکھوں نے بچوں کے سنہرے مستقبل کے خواب دیکھتے دیکھتے اپنی بینائی کھودی۔ آج ان آنکھوں پر لگی عینک کا نمبر کسی بیٹے کے علم میں نہیں۔ نامناسب نمبر کی عینک سے گزارا کرتے اور دنیا کی بے مروتی اور اپنوں کی بے اعتنائی کا نظارہ کرتے ان دھندلی آنکھوں کی نمی کسی "بیٹے" کو نظر نہیں آتی۔

اسلام نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد سب سے بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد بانی ہے۔

آیت کے ترجمے کا مفہوم ہے "اور ان کے سامنے (والدین کے سامنے) محبت و رحمت سے عاجزی کا بازو جھکائے رکھو۔" (سورہ بنی اسرائیل 24)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "والد کی رضا میں اللہ کی رضا اور والد کی ناراضی میں اللہ کی ناراضی ہے۔"

بوٹے کا دکھ صرف اس کا ذاتی غم نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے معاشرے کے ضمیر کے لیے ایک تلخ سوال ہے۔ کیا ہماری ترقی، تعلیم اور خوش حالی اس وقت کوئی معنی رکھتی ہے جب ہمارے گھروں کے بزرگ تنہائی، بے قدری اور

بوٹے نے ہسپتال یا ترائے اگلے دن یہ روئیداد میرے دفتر میں میرے سامنے بیٹھ کر سنائی، ٹھنڈی آہیں بھرتے ہوئے گرم گرم چائے کو شکرک شکرک کر نوش فرمایا۔ اور اپنے دل کا بوجھ میرے دل ناتواں پر منتقل کر کے چلا گیا۔

بوٹا کوئی معمولی آدمی نہیں۔ وہ اس نسل کا نمائندہ ہے۔ جس نے اپنی جوانی محنت، دیانت اور ذمہ داری سے گزاری۔ سرکاری ملازمت میں برسوں خدمات انجام دیں۔ اوپر کی کمائی کے باوجود مواقع ہونے کے باوجود رزق حلال کمایا۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی۔ انھیں اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لیے اپنی خواہشات اور جوانی قربان کر دی۔ اس کے تین بیٹے ہیں، گھر آباد ہے۔ پوتے پوتیوں کی رونق بھی موجود ہے۔ مگر اس کے دل میں ایک ایسا خلا ہے۔ جو کسی دولت سے نہیں بھر سکتا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جو پنشن ملتی ہے۔ وہ گھر کے سودا سلف، بجلی، گیس اور دیگر یوٹیلیٹی بلوں پر خرچ ہو جاتی ہے۔ جو کچھ بچتا ہے۔ وہ پوتی پوتوں کی چھوٹی چھوٹی ضروریات اور فرمائشوں پر شمار کر دیتا ہے۔ خود داری کا عالم یہ ہے کہ فارغ رہنے کے بجائیاپنی محنت اور ہنر سے کتابوں کی جلدیں بنا کر اور دیگر چھوٹے موٹے کام کر کے کچھ اضافی آمدنی بھی حاصل کر لیتا ہے تاکہ کسی پر بوجھ نہ بنے۔ لیکن آج ڈاکٹر نے اسے "بوجھ بابا" کا خطاب دیا تو "محمد بوٹا" بہت دل گرفتہ تھا۔

اسے اپنی پنشن کے کم ہونے یا اس عمر میں بھی مسلسل محنت کرتے رہنے کی شکایت یا شکوہ نہیں ہے۔ وہ صابر شاکر بندہ رنجیدہ ہے تو اپنے بیٹوں کے احساس ذمہ داری سے محرومی پر۔ اسے شکوہ ہے کہ بیٹے گھر کے معاملات میں

باپ کے پاس خاموش بیٹھ کر اس کے چہرے کی لکیروں کو پڑھو، اس کی آنکھوں میں جھانکو، وہاں تمہیں اپنی پوری زندگی کی داستان لکھی ہوئی ملے گی۔ درخت جب تک کھڑا رہتا ہے لوگ اس کے سائے کی قدر نہیں کرتے جب وہ گر جاتا ہے تو پھر دھوپ کا احساس ہوتا ہے۔ باپ بھی زندگی کا وہی درخت ہے جس کی ٹھنڈی چھاؤں کا احساس اس کے رخصت ہو جانے کے بعد ہوتا ہے۔ اگر تمہارے گھر میں کوئی بوٹا زندہ ہے تو اس شجر سایہ دار کو خزانہ سمجھو بوجھ نہیں۔ اس کے ساتھ چوم لو، اس کے پاؤں دبا دو۔ اس کے ساتھ چند لمحے گزار لو اپنے کمروں اور اپنے موبائلوں سے نکل کر اس کی بات چل سناؤ، اس کی عینک کے شیشے اپنے دامن سے صاف کر دو۔ اس کے کندھوں سے ذمہ داریوں کا بوجھ کم کر دو، جس دن باپ دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اس دن تمہاری زندگی میں سب سے زیادہ بے لوث دعائیں کرنے والا شخص دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ پھر انسان بڑی بڑی قبروں کے کتبے پڑھتا پھرتا ہے مگر "دینا" کہنے والی وہ آواز واپس نہیں آتی۔ لہذا اپنے گھر کے "مجرم بوٹے" کی قدر کرو اسے بوٹائی رہنے دو "بوجھ بابا" نہ بناؤ۔

خرج اٹھاتا ہے بلکہ وہ ایک ایسا درخت ہے جو اپنی ساری زندگی دھوپ میں گزارتا ہے تاکہ اس کی اولاد ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ سکے۔ افسوس اس وقت ہوتا ہے جب اولاد اس درخت کے سوکھنے کا انتظار کرنے لگتی ہے۔ اس درخت کی جڑوں کو پانی دینا بھول جاتی ہے۔ ہونا اگر سال چھ مہینے مفت ملنے والی دوائی لینے نہ جائے تو کوئی بیٹا نہیں پوچھتا کہ آپ دوا کیوں نہیں لارے یا محبت اور احترام کا بازو پھیلا کر اور سہارا دے کر خود ساتھ نہیں چلا جاتا کہ چلیں میں آپ کے ساتھ چیک اپ کے لیے چلتا ہوں۔ میں قطار میں لگ کر آپ کے لیے دوا حاصل کر لوں گا۔ اگر ایسا ہوتا تو بوٹے کو "بوجھ بابا" جیسے القاب سے نہ نوازا جاتا۔

اے نئی نسل کے نمائندو، اے موبائل اور انٹرنیٹ میں ڈوبے اور کھوئے نوجوانو! ایک لمحہ کے لیے انٹرنیٹ کی رنگین اور لامتناہی دنیا سے باہر آ کر اپنے باپ کے ہاتھوں کو دیکھو۔ ان پر پڑی سخت گٹھیں تمہارے آرام کی قیمت ہیں۔ اس کی پیشانی کی جھریاں تمہارے مستقبل کی تحریر ہیں۔ اس کے لرزتے قدم اور کمزور پڑتی چال اس سفر کی گواہی ہے جو اس نے تمہیں منزل تک پہنچانے کے لیے طے کیا۔ کسی شام اپنے

احساس محرومی کا شکار ہوں؟ بد قسمتی سے جدید دور میں مادہ پرستی، خود غرضی اور انفرادی سوچ نے خاندانی نظام کو کمزور کر دیا ہے۔ نوجوان اپنے حقوق تو یاد رکھتے ہیں مگر فرائض بھول جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جس باپ نے ان کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنی جوانی کھپا دی۔ آج وہ باپ ان کی توجہ، آرام، احترام اور محبت کا حق دار ہے۔ یہ صرف ہوئے کی کہانی نہیں ہمارے معاشرے کے ہزاروں گھروں کی داستان ہے۔ ایک وقت تھا جب باپ گھر کی چھت ہوتا تھا، اس کے سائے میں اولاد خود کو محفوظ تصور کرتی تھی۔ آج المیہ ہے کہ اکثر گھروں میں یہ چھت اب بوسیدہ اور بوجھ قرار دی گئی ہے حالانکہ اب بھی یہ چھت دھوپ، بارش، گرمی سردی اپنے اوپر سہہ رہی ہوتی ہے تاکہ نیچے بیٹھے لوگ محفوظ رہیں۔

ہم نے ترقی تو کر لی، تعلیم یافتہ ہو گئے، ڈگریاں لیں، لیکن تربیت کہیں راستے میں کھو گئی۔ ظرف سکڑتا گیا۔ والدین کے لیے وقت اور احترام ختم ہو گیا۔ بوٹے غفورے اور فضلوں پر رہ گئے۔ نئی نسل سہولتوں کی وارث بن گئی اور قربانیوں کی تاریخ فراموش کر دی۔ باپ صرف وہ نہیں جو

PHANTOM
CORE

SOCIAL MEDIA MARKETING



Content
Creation and
Management



Social Media
Management



Search Engine
Optimization



Analytics and
Data Analysis



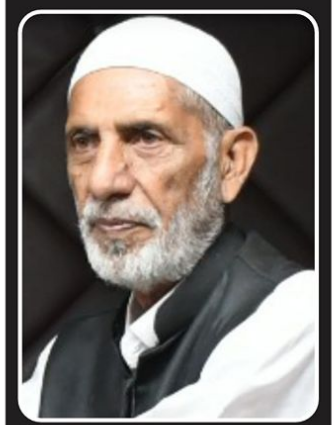
Graphic Design,
Artwork & Video
Creation

CONTACT US

Whatsapp & Phone number
+92-325-9710101



امیر العظیم (مرحوم)



تحریر: حکیم راحت نسیم سوہدروی

مرکزی سیکرٹری جنرل (قیم) نامزد کر دیا گیا اور یہ ذمہ داری انہوں نے اچھے طرح سرانجام دی۔

میری ان سے شناسا طلبہ دور سے تھی لیکن یہ رسمی نوعیت کی تھی کسی مجلس میں ملاقات ہو جاتی حال احوال پوچھ لیتے مگر کوئی ایک دہائی قبل جب میں نے کنال ویسوساسٹی میں رہائش کے لئے منتقل ہو گیا تو انہیں پتہ چلا برائے خلوص و محبت ملنے تشریف لائے خوب نشست ہوئے۔ اس کے بعد ملاقاتوں کے سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا ان کے ہاں سالانہ عید ملن ہوتی ہا پھر دروس قرآن ہوتے یا کسی علمی و عالمی شخصیت کی امد پر ان کے ہاں نشست ہو جاتی وہ کمالی درجہ کے مہمان نواز تھے۔ وہ کہ ایک مجلسی شخص بھی تھے کٹر دائیں بازو اور جماعت اسلامی کے مرکزی ذمہ دار ہونے کے باوجود متعصب و تشدد مزاج نہ تھے ان کے حلقہ احباب میں بائیں بازو کے لوگ بھی تھے۔ وہ نظریاتی اختلافات کے باوجود سماجی میل جول اور مکالمہ پر یقین رکھتے تھے۔ وہ دوسروں کی بات پوری توجہ سے سنتے پھر دلائل و براہین کے ساتھ اپنی بات کرتے۔ اگر وہ دفتر سے جلد اجاتے تو مغرب اور عشا کی نماز مسجد میں ادا کرتے اور اس طرح روز یا دوسرے روز ضرور ملاقات ہو جاتی۔ نماز تراویح باقاعدہ مسجد میں ادا کرتے ان کی سب سے بڑی خوبی ان کی طبیعت کی عجز و انکساری تھی انہیں نمایاں ہونے یا نام نہود کا قطعی شوق نہ تھا جہاں جگہ ملی نماز ادا کر لی۔ وہ جماعت اسلامی میں اتنی اہم ذمہ داری کے باوجود ہر دم چہرہ پر مسکراٹ سجائے ملتے اور کوشش کرتے کہ وہ دوستوں کی غمی خوشی میں شریک ہوتے اور جو بھی کسی کام سے ایسا کی ممکنہ مدد کی اور اس امر کا کبھی اظہار نہ کیا۔ خوش خلقی اور خوں دلنوازی ان کا امتیازی وصف تھا۔ سال گذشتہ دسمبر میں ظفر

ہی نہ تھے بلکہ معاون تھے ضیاء الحق نے طلبہ یونین پر پابندی لگادی طلبہ نے امیر العظیم کی قیادت میں بھرپور تحریک چلائی لاٹک مارچ کیا جس پر امیر العظیم کو گرفتار کر لیا گیا اور تشدد بھی ہوا جب ایک اخبار نویس نے ضیاء الحق سے اس تشدد اور گرفتاری بارے سوال کیا تو ان کا کہنا تھا کہ کوئی امیر العظیم ہو یا امیر العظیم ہو کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ امیر العظیم جیل میں تھے کہ ارکان جمعیت نے انہیں اپنا سربراہ منتخب کر لیا انہوں نے جیل میں ہی خلف اٹھایا۔ وہ دوبار ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ وہ منتخب اور مقبول طلبہ قیادت کی آخری کڑی تھے۔ انہوں نے ایم بی اے کے ساتھ ایم اے پولیٹکل سائنس بھی کیا پنجاب یونیورسٹی سے فارغ ہوئے تو کئی دوسروں کی طرح ادھر ادھر نہیں دیکھا بلکہ



سیدھا جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے اور پھر تمام عمر جماعت کے ہو کر رہ گئے۔ وکلاء ازاد عدلیہ اور چیف جسٹس کی بحالی کی تحریک میں پیش پیش رہے اور اس دوران پولیس کی انسویکس کی شلینگ سے ان کے سر پر جو زخم آئے ان کے نشان ابھی بھی موجود تھے۔ ابتدا میں لاہور جماعت کے سیکرٹری جنرل پھر امیر منتخب ہوئے پھر وسطی پنجاب کے امیر۔ اس کے بعد قاضی حسین احمد کے دور میں انہیں مرکزی سیکرٹری اطلاعات بنایا گیا انہوں نے اس حساس ذمہ داری کو خوب نبھایا دائیں بازو کے ساتھ بائیں بازو والے سے بھی تعلقات رکھتے اور ان کی امیر جماعت سے نشستیں رکھتے۔ اہل صحافت میں بہت مقبول تھے تمام کالم نویسوں اور مدیران ان کا احترام کرتے۔ انہیں یہ شرف بھی حاصل رہا کہ قاضی حسین احمد، سید منور حسن، سراج الحق اور پھر حافظ نعیم الرحمن کے ساتھ کام کرنے اور ذمہ داریاں نبھانے کا موقع ملا۔ یہاں تک کہ 2019 میں انہیں جماعت اسلامی کا

امیر العظیم مرحوم زندگی کی 67 بہاریں گزار کر وہاں چلے گئے جہاں دنیا میں آنے والے ہر فرد کو جانا ہے اور ان ہماری آنکھیں ان کی متلاشی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم سے اتنی دور چلے گئے ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ یہ دنیا دار فانی ہے ہر فرد کو ایک روز جانا ہے موت برحق ہے، کسی کو اس سے رستگاری نہیں ہے ہمیشہ رہنے والی ذات تو صرف حق جل شانہ کی ہے۔ باقی ہر شے کوفنا ہونا ہے پھر یہ سلسلہ تو اس وقت سے جاری ہے جب سے یہ دنیا معرض وجود میں آئے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے انے اور جانے کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔

امیر العظیم کا تعلق ایک دیندار اور تحریکی گھرانے سے تھا جو پٹالہ سے ہجرت کر کے ایان کی والدہ اور نانائے گجرات کو مسکن بنایا جبکہ والد اور دادا اسلام پورہ لاہور میں مقیم ہوئے۔ امیر العظیم 1958 میں فضل عظیم کے ہاں پیدا ہوئے ابتداءً تعلیم اسلام پورہ کے سکول سے حاصل کرنے کے بعد اسلامیہ کالج سول لائینز میں داخل ہوئے جہاں وہ اسلامی جمعیت طلبہ سے منسلک ہو گئے اور جلد ہی کالج یونٹ کے ناظم بنے اسلامیہ کالج سے گریجوایشن کے بعد پنجاب یونیورسٹی میں ایم بی اے میں داخلہ لے لیا اور ساتھ جمعیت کے لئے متحرک رہتے۔ 1984 میں پھر وہ وقت آیا کہ جمعیت نے انہیں پنجاب یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کے انتخابات میں صدارت کے لئے امیدوار نامزد کیا انہوں نے بھرپور انتخابی مہم کے بعد کامیابی حاصل کی اور صدر منتخب ہو گئے ان سے پہلے حافظ ادریس، جاوید ہاشمی، فرید پراچہ، عبدالشکور، مسعود کھوکھر اور ملک جاوید اختر اس عہدہ پر فائز رہ چکے تھے یہ دور پاکستان کی سیاست کا بڑا ہنگامہ خیز دور تھا دائیں بائیں بازو کی کشمکش عروج پر تھی بھٹو کو بھائی ہو چکی تھی قوم کی طرح طلبہ برادری بھی دو حصوں میں تقسیم تھی اور طلبہ تحریک اس میں ہراول دستہ تھی۔ ڈکٹیٹر ضیاء الحق کا دور تھا اگرچہ جماعت اسلامی اور اس کے امیر میاں طفیل محمد کے ان سے یہ تعلقات

اظہار خیال اور کسی بات کا جواب دینے سے روک دیا۔ اپنے بلند پایہ کردار، اخلاق اور مزاج کے باعث تمام سیاسی جماعتوں، دینی حلقوں، صحافیوں اور سماجی زندگی میں بہت احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے۔ تحریکوں کے لئے صرف بیانیہ یا نعرے ہی نہیں ایسے عظیم اور مخلص اور بے لوث افراد ضروری ہوتے ہیں جیسا کہ امیر العظیم تھے جنہوں نے اپنی جوانی اور پھر تمام عمر تحریک اسلامی کی نذر کردی اور سید مودودی کی فکر کے مطابق اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے استقامت

قبل اس دوران تکلیف بڑھ گئی اور کام مشکل ہو گیا تو منصورہ ہسپتال داخل ہو گئے میں تمیارداری کے لئے گیا۔ طبیعت نہ سنبھل سکی بلکہ مزید تکلیف بڑھنے لگی تو کینسر کثیر ہسپتال لے جایا گیا کہ چند دنوں کے بعد واپس گھر آگئے کہ واپسی کا سفر شروع ہو چکا تھا کہ اسی اثنا میں ایک روز گجرات سے ہمارے دوست پروفیسر سید صابر علی شاہ جن کا تعلق جماعت سے تھا حج کی سعادت کے بعد ملنے آئے تو کہنے لگے امیر العظیم بھاء کی تیمارداری کرنا ہے میں نے کہا ابھی چلتے ہیں ان کا گھر میرے گھر



سے اور اخلاص سے کام کرتے رہے۔

انہوں نے کاروبار کے لئے فیوچر ویزن کے نام سے ادارہ بنایا پھر ایک تعلیمی ٹیلی ویژن اسپتال قائم کیا اور انہیں کامیاب بنایا اگرچہ جماعتی مصروفیات کے باعث وہ زیادہ وقت نہ دے سکتے تھے۔ انہوں نے اپنی گھریلو زندگی اور جماعتی مصروفیات میں توازن رکھا اور شاندار زندگی گزاری۔

کچھ عرصہ قبل نماز مغرب کے بعد مسجد میں ملاقات ہوئے تو گردن پر پٹی ہونے کے باوجود خون رستا ہوا نظر آ رہا تھا میں نے پوچھا تو حسب عادت مسکرا دیئے۔ وہ چند روز تک نظر نہ آئے تو میں نے ان کے برادر اکبر نور العظیم صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تکلیف بڑھ گئی ہے اور کیمو تھراپی کر رہے ہیں انہی دنوں اردو ڈائجسٹ کے مدیر الطاف حسن قریشی کا انتقال ہو گیا تو میں ان کی نماز جنازہ کے لئے جامعہ اشرفیہ گیا تو وہاں امیر العظیم کو اتے دیکھا میں آگے بڑھ کر انہیں ملاحظہ روایت مسکرائے اور صحت کے حوالے سے کوء بات کرنے کی بجائے الحمد للہ کہا۔ میں نے کہا کہ آپ اتنی تکلیف میں آگئے ہیں کہنے لگو سچا کہ الطاف صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کر لوں۔ امیر العظیم کے والد ماجد فضل عظیم اردو ڈائجسٹ میں الطاف صاحب کے ساتھ انتظامی امور کے ذمہ دار کے طور پر شریک سفر رہے شاید اسی تعلق نے انہیں شہد تکلیف کے باوجود نماز جنازہ میں شرکت پر آمادہ کر دیا تھا ایسے وضع دار لوگ اب کہاں رہ گئے ہیں۔ وہ اس قدر تکلیف کے باوجود جماعتی سرگرمیوں میں مصروف رہتے اور کبھی کینسر جیسی بیماری کو راستہ کی رکاوٹ نہ بننے دیا۔ انہیں کوء 19 سال سے گلہڑ کے ساتھ کینسر کی تکلیف تھی جس کا اظہار نہیں کرتے تھے اور نہ اپنے کاموں میں رکاوٹ بننے دیتے تھے۔ کوء ایک ماہ

کے قریب ہی تھا ہم اسی وقت چل دیئے دروازہ پر امیر العظیم کے برادر اکبر نور العظیم اور فرزند نبیل مل گئے ان دنوں ان کی طبیعت کے پیش نظر کم لوگوں کو ملنے دیئے جاتا تھا دیرینہ شناساء کی وجہ سے ہمیں اندر جانے دیا گیا وہ بیڈ پر لیٹے تھے کینسر کی تکلیف نے ان کی ہنسی کی پوری ہڈی کھالی تھی گردن کو سہارا دینے والی ہڈی بازو کو جوڑنے والی ہڈی کینسر نامی بھوکے افریت کی بھوک کی نذر ہو چکی تھی اس لئے وہ اپنا سر سیدھا نہیں کر پاتے تھے۔ پانسانہیں پلٹ سکتے تھے وہ سفید لباس زیب تن کئے دائیں کروٹ سے لیٹے تھے مگر حسب روایت خوش مزاجی سے مسکراتے ہوئے مصحفہ کیا اور میرا حال پوچھنے لگے میں نے سید صابر علی شاہ کا تعارف کرایا۔ وہ انھیں کھولے اور مسکراہٹ سے باتیں کر رہے تھے کہ معافہ ممکن نہ تھا کہ ان کے آرام کے پیش نظر ٹھوڑے وقت میں میں نے اجازت لی اور پر جوش انداز میں ہاتھ ملایا اور باہر نکل آئے ان کا پرسکون اور مطمئن چہرہ نظروں کے سامنے گھومتا رہا اور ان کی زندگی پر رشک کرنے لگا کہ اتنی تکلیف کے باوجود کس طرح مقاصد ہائے زندگی کے لئے وقف رہے وہ کہ ایک نظریاتی کارکن تھے اور بقول شامی صاحب اپنے نام کی طرح امیر اور عظیم تھے باہمت اور استقامت کا کوء گراں تھے انہوں نے کینسر جیسے موذی مرض کے باوجود کبھی اسے اپنے کاموں میں رکاوٹ نہ بننے دیا۔ میں واپسی پر گھبراتے ہوئے سوچتا رہا کہ ذرا کوء تصور تو کرے کہ اسے علم ہو کہ وہ کچھ وقت کا مہمان ہے اور اسے یہ دنیا چھوڑ جانا ہے مگر اس کے باوجود وہ گھبراہٹ کی بجائے مطمئن ہو اور مقاصد ہائے زندگی، اللہ کی رضا اور درود کے لئے وقف ہو۔ تو ایسا شخص مرد مومن اور ولی ہی ہو سکتا ہے۔ امیر العظیم بھاء سے اس آخری ملاقات کے بعد دل مطمئن نہیں

تھا طبیعت بے قرار رہنے لگی ان کے لئے بہت دعائیں کیں۔ کہ 22 جولاء کو رات کوء دس بجے کے قریب صحن میں لیٹا ہوا تھا کہ بجلی گئی ہوئی تھی کہ میرے بیٹے حارث نسیم نے آکر بتایا کہ امیر العظیم صاحب کا انتقال ہو گیا ہے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اٹھ کر ان کے گھر کی طرف چل پڑا۔ ان کے گھر پہنچے ان کا پرسکون چہرہ دیکھا اور دیر تک دیکھتا رہا کہ ماہ کی تکلیف نے انہیں پرسکون کر دیا تھا ہر درد اور اذیت سے بے نیاز ہو چکے تھے اور ہر تکلیف سے آزاد ہو چکے تھے۔

23 جولاء کو بعد نماز عصر جامع مسجد منصورہ جس کا سنگ اساس سید مودودی نے رکھا پھر حافظ یوسف سیدی کے قلم کا شاہکار ایات قرآنی اس کے ماتھے کا جھومر ہیں میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی جو حافظ نعیم الرحمن کی امامت میں ادا کی گئی۔ اس موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے امیر جماعت جناب حافظ نعیم الرحمن نے کہا ہم اپنے بھائی کی گواہی کے لیے جمع ہیں۔ ان سے کوئی غلطی ہوئی ہو کسی کو تکلیف پہنچی ہو ان کی جگہ میں معافی مانگتا ہوں۔ ایسی محبت ایسے لفظ کم ہی کسی جانے والے کو نصیب ہوتے ہیں۔۔۔ ان سے قبل لیاقت بلوچ صاحب نے ان کی پوری زندگی کا احاطہ کیا۔ پٹیالہ سے ہجرت کر کے آنے والے خاندان کے اس فرد کی زندگی کا احاطہ پھر نذیر جموعہ کی اواز گونجی کہ نماز جنازہ ہو جائے تو بھاء کا چہرہ دیکھنے کی ضد میں تاخیر نہ ہونے دیں جنت کے مسافر کو غروب آفتاب سے قبل جنت کے دروازے پر چھوڑنے جانا ہے۔

ہزاروں افراد نے نماز جنازہ ادا کی اور کوء پانچ سے دس منٹ میں قبرستان کنال دیو کی جانب روانگی ہو گئی۔ منہر کنارے واقع کینال دیو سوسائٹی کا قبرستان جو میرے گھر سے چند گز کے فاصلے پر ہے ان سے محبت کرنے والوں نے نماز جنازہ کے فوراً بعد انہیں یہاں لاکر سپرد خاک کر دیا۔۔۔ ان کے فرزندان کی سسکیاں قبرستان میں گونج رہی تھیں۔ بڑے بھاء نور العظیم غم سے نہ ڈھال تھے یہ بھی عجیب جداتھی کہ لوگ اہل خانہ کی بجائے ان سے تعلق اور محبت کرنے والوں سے تعزیت کر رہے تھے۔

امیر العظیم بھاء سادہ مزاج، درویش صفت، اخلاق کردار کے اعلیٰ درجہ پر اور ہر وقت مسکراتے رہنے والے اور مقاصد ہائے زندگی کے لئے وقف رہے۔ وہ کہ ایک نظریاتی کارکن تھے اخلاق و کردار کے بلند مقام پر فائز تھے وہ اپنے نام کی طرح امیر بھی تھے اور عظیم بھی۔ وہ باہمت اور استقامت کا کوء گراں تھے۔ عجز و انکسار ان کی خاصیت تھی۔ انہوں نے کینسر جیسی بیماری کو اپنے سفر میں رکاوٹ نہ بننے دیا وہ اپنے نام کی طرح بلاشبہ عظیم تھے نام نمود سے دور رہتے لوگوں کے کام کر کے خوش محسوس کرتے۔ وہ اس عارضی دنیا سے رخصت ہو گئے مگر لافانی نقوش چھوڑ گئے۔ دعا ہے کہ رب کعبہ ان کے درجات بلند فرمائے۔

امریکہ ایران جنگ بندی اور پاکستان کا کردار ایک اُبھرتی ہوئی سفارتی طاقت کی کہانی۔۔۔

واسطے کے طور پر خود کو پیش کیا۔

کردار صرف ایک وقتی بحران تک محدود نہیں بلکہ طویل المدت مذاکرات، رابطہ کاری اور امن کے عمل میں سہولت کاری کا ہے۔

پاکستان کو دونوں طرف اعتماد کیوں حاصل ہے؟ یہ سوال بہت اہم ہے کہ آخر امریکہ اور ایران جیسے ایک دوسرے کے سخت مخالف ممالک نے پاکستان کو رابطے کے لیے کیوں اہمیت دی؟

اس کی کئی وجوہات ہیں۔

سب سے پہلی وجہ پاکستان کا ایران کے ساتھ جغرافیائی، تاریخی اور برادرانہ تعلق ہے۔ دوسری طرف امریکہ کے ساتھ پاکستان کے طویل سفارتی اور تزویراتی تعلقات بھی موجود ہیں۔ پاکستان دونوں ممالک کے ساتھ

اپریل 2026 میں پاکستان کی کوششوں کے نتیجے میں امریکہ اور ایران کے درمیان عارضی جنگ بندی اور مذاکرات کی راہ ہموار ہوئی۔ پاکستانی حکام کے مطابق اسلام آباد میں ہونے والے مذاکرات میں پاکستان نے دونوں فریقوں کے درمیان کئی ادوار کی بات چیت میں سہولت کاری کی اور فریقین سے جنگ بندی برقرار رکھنے کی اپیل کی۔

یہ پیش رفت اس لحاظ سے بھی اہم تھی کہ پاکستان نے کسی فوجی طاقت کا استعمال نہیں کیا، بلکہ اپنی سفارتی حیثیت، علاقائی تعلقات اور دونوں فریقوں تک رسائی کو استعمال کیا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے لیے ایک نئی گنجائش پیدا ہوئی۔

حرفِ سحر



Rukhsana Sehar



رخسانہ سحر

دنیا ایک ایسے دور سے گزر رہی ہے جہاں جنگ صرف میدان جنگ تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے اثرات معیشت، تجارت، توانائی، سفارت کاری اور عام انسان کی زندگی تک پہنچتے ہیں۔ امریکہ اور ایران کے درمیان جاری کشیدگی بھی محض دو ممالک کا تنازع نہیں بلکہ پورے مشرق وسطیٰ اور عالمی معیشت کے لیے ایک بڑا خطرہ بن چکی ہے۔ ایسے نازک حالات میں پاکستان کا دونوں ممالک کے درمیان جنگ بندی اور مذاکرات کے لیے کردار ایک اہم سفارتی پیش رفت کے طور پر سامنے آیا ہے۔

پاکستان نے ابتدا ہی سے اس موقف پر زور دیا کہ جنگ کسی مسئلے کا مستقل حل نہیں اور اختلافات کا راستہ مذاکرات اور سفارت کاری سے نکالا جانا چاہیے۔ پاکستان



بات کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جبکہ دونوں فریق ایک دوسرے سے براہ راست بات کرنے میں شدید مشکلات کا شکار رہے ہیں۔

دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ پاکستان نے خود کو کسی ایک فریق کی جنگ کا حصہ بنانے کے بجائے مذاکرات اور امن کی طرف کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ یہی توازن اس کی سفارتی اہمیت میں اضافہ کرتا ہے۔

صرف پاکستان کی کامیابی نہیں

تاہم اس معاملے کو صرف پاکستان کی کامیابی قرار دینا بھی مناسب نہیں ہوگا۔ امریکہ اور ایران کے درمیان کشیدگی انتہائی پیچیدہ ہے اور اس میں جوہری پروگرام،

اسلام آباد مذاہمتی سمجھوتا
جون میں پاکستان کی سفارتی کوششیں مزید آگے بڑھیں۔ پاکستان کے مطابق امریکہ اور ایران کے درمیان ایک اسلام آباد مذاہمتی سمجھوتا طے پایا، جسے وزیر اعظم شہباز شریف نے دونوں ممالک کے درمیان سفارتی حل کی طرف اہم قدم قرار دیا۔ اس سمجھوتے کے حوالے سے پاکستان نے خود کو ثالث کے طور پر پیش کیا۔

اس سے یہ تاثر مضبوط ہوا کہ پاکستان صرف جنگ بندی کی اپیل کرنے والا ملک نہیں بلکہ بحران کے حل کے لیے عملی سفارتی رابطہ کاری بھی کر سکتا ہے۔

پاکستانی وزارت خارجہ نے بھی واضح کیا کہ پاکستان کا

کے لیے یہ معاملہ اس لیے بھی غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے کہ ایران اس کا ہمسایہ ملک ہے، جبکہ امریکہ عالمی سطح پر پاکستان کا اہم شراکت دار ہے۔ چنانچہ اسلام آباد کے لیے ضروری تھا کہ وہ کسی ایک فریق کا حصہ بننے کے بجائے امن کے لیے پل کا کردار ادا کرے۔

پاکستان کیسے درمیان میں آیا؟

امریکہ اور ایران کے درمیان براہ راست اعتماد کا فقدان ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ایسے ماحول میں پاکستان کی ایک اہم خوبی یہ رہی کہ اس کے دونوں ممالک سے سفارتی رابطے موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام آباد نے پیغامات کی ترسیل، رابطوں اور مذاکرات کے لیے ایک قابل قبول

کے درمیان رابطہ کاری اور سفارتی کوششیں جاری رکھنے کا مؤقف اختیار کیا ہے۔

لہذا پاکستان کو اپنی سفارتی کامیابی کو کسی سیاسی فتح کے طور پر پیش کرنے کے بجائے اسے مستقل امن کے عمل میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دنیا میں طاقتور وہ ملک نہیں جو صرف جنگ لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو؛ اصل طاقت اس ملک کے پاس ہوتی ہے جو جنگ کے دوران بھی امن کا راستہ تلاش کر سکے۔

امریکہ اور ایران کے درمیان پاکستان کی سفارتی کوششیں اسی تصور کی ایک مثال ہیں۔ اسلام آباد نے یہ پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ اختلاف کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو، مذاکرات کا دروازہ بند نہیں ہونا چاہیے۔

پاکستان کے لیے یہ ایک تاریخی موقع بھی ہے اور ایک بڑا امتحان بھی۔

اگر پاکستان اسی متوازن، اصولی اور امن پسند سفارت کاری کو مستقل مزاجی سے جاری رکھتا ہے تو شاید آنے والے برسوں میں دنیا پاکستان کو صرف ایک جغرافیائی اہمیت رکھنے والے ملک کے طور پر نہیں بلکہ امن کے لیے پل بنانے والی ایک مؤثر سفارتی طاقت کے طور پر بھی دیکھے۔

اور شاید یہی وہ کردار ہے جس کی آج کی جنگ زدہ دنیا کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

نعرے کے بجائے مستقل مزاجی، توازن اور قومی مفاد کو اپنی خارجہ پالیسی کا مرکز بنائے۔

آبنائے ہرمز اور عالمی معیشت

امریکہ ایران تنازع کا ایک اہم پہلو آبنائے ہرمز ہے۔ دنیا کی توانائی کی رسد کے لیے یہ آبی گزرگاہ انتہائی اہم ہے۔ اس کے گرد پیدا ہونے والی کشیدگی صرف مشرق وسطیٰ کو متاثر نہیں کرتی بلکہ تیل کی قیمتوں، عالمی تجارت اور ترقی پذیر ممالک کی معیشتوں پر بھی اثر ڈالتی ہے۔

حال ہی میں پاکستان کی سفارتی کوششوں کے نتیجے میں مذاکرات کی بحالی کی امید پیدا ہونے پر عالمی تیل کی قیمتوں میں بھی کمی دیکھی گئی۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امن کی سفارت کاری کا فائدہ صرف جنگ میں شامل ممالک کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو پہنچ سکتا ہے۔

پاکستان کے لیے اصل امتحان ابھی باقی ہے۔ جنگ بندی کرنا ایک کامیابی ہے، لیکن جنگ بندی کو مستقل امن میں تبدیل کرنا اس سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔ اعتماد کی بحالی، پابندیوں کا مسئلہ، ایران کا جوہری پروگرام، علاقائی سلامتی اور امریکہ و ایران کے باہمی شکوک و شبہات ایسے معاملات ہیں جن پر طویل مذاکرات درکار ہوں گے۔

اگست 2026 میں بھی پاکستان نے امریکہ اور ایران

پابندیاں، علاقائی سلامتی، خلیج کی صورتحال اور آبنائے ہرمز جیسے متعدد مسائل شامل ہیں۔

پاکستانی وزارت خارجہ نے بھی واضح کیا ہے کہ اس پورے عمل میں پاکستان، قطر اور دوسرے دوست ممالک کی مشترکہ اور مربوط کوششیں شامل رہی ہیں، جبکہ عمان سمیت دیگر ممالک نے بھی مثبت کردار ادا کیا ہے۔

اس لیے پاکستان کا اصل اعزاز یہ ہے کہ اس نے ایک مشکل اور پیچیدہ سفارتی ماحول میں پل کا کردار ادا کیا اور بات چیت کے دروازے کھلے رکھنے میں مدد دی۔

پاکستان کے لیے یہ موقع کیوں اہم ہے؟ اگر پاکستان اپنی اس سفارتی پوزیشن کو مستقل، متوازن اور اصولی خارجہ پالیسی کے ساتھ آگے بڑھاتا ہے تو اس کے عالمی تشخص پر مثبت اثر پڑ سکتا ہے۔

پاکستان ایک ایسا ملک بن سکتا ہے جو جنگوں میں فریق بننے کے بجائے جنگوں کے خاتمے میں کردار ادا کرے۔ باضی میں پاکستان نے مختلف عالمی اور علاقائی تنازعات میں رابطہ کاری اور سفارت کاری کے مواقع دیکھے ہیں۔ امریکہ اور ایران کے درمیان موجود بحران نے ایک مرتبہ پھر یہ ثابت کیا ہے کہ پاکستان کے پاس علاقائی سطح پر سفارتی اثر و رسوخ استعمال کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان جذباتی

A Project By **ETIMAAD** PROPERTY NETWORK

03 MARLA

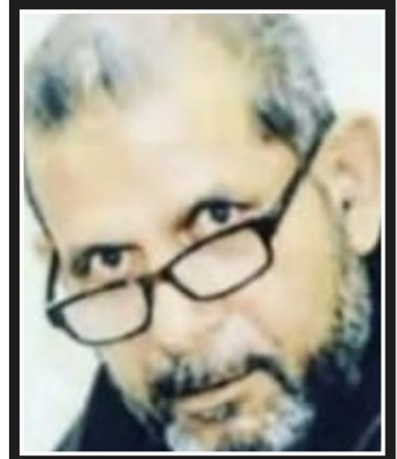
ETIMAAD Signature HOMES

3 YEARS INSTALLMENT PLAN

Booking	Confirmation	Monthly Installment	Digging	2nd Slab	Bi-Annual	Possession	Total price
1,200,000	1,200,000	80,000	1,200,000	1,500,000	290,000	2,280,000	12,000,000

MARYAM TOWN

محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر اہتمام کتاب میلے اہتمام



تحریر: اصغر علی کھوکھر

گزشتہ برسوں کی طرح اس سال بھی محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر اہتمام کتاب میلے کا انعقاد کیا گیا۔ بادشاہی مسجد کے احاطہ میں واقع اقبال ہال میں انعقاد پذیر ہونے والے اس کتاب میلے میں ادارہ بزم اقبال، مجلس ترقی ادب، اقبال اکیڈمی، ثقافت اسلامیہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن نعیمیہ پبلشرز سمیت عوام میں کتاب سے دوستی کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے کوشاں درجن بھر علمی و ادبی اداروں نے شال لگائے۔

کتاب علمی پیاس بجھانے والوں کے لیے ایسے کتاب میلوں کا انعقاد اس لئے بھی اہم ہوتا ہے کہ انہیں ایک ہی مقام سے من پسند کتابیں سستے داموں مل جاتی ہیں۔ اقبال ہال میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کا نفرنس کے تناظر میں انعقاد پذیر یہ کتاب میلہ (24 اور 25 اگست) دو یوم تک جاری رہا۔

کتاب میلے کا افتتاح ڈائریکٹر جنرل اوقات اینڈ ریلیس افیئرز پنجاب نے کیا۔ اس موقع پر محکمہ کی منصوبہ جاتی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک ڈاکومنٹری فلم بھی دکھائی گئی۔ تقریب سے ڈائریکٹر جنرل اوقات اینڈ ریلیس افیئرز پنجاب ڈاکٹر احسان بھٹہ کے علاوہ بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا عبدالنجیر ازاد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محکمہ اوقاف میسر وسائل کی بنیاد پر محکمہ کے اغراض و مقاصد اور ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے۔

دیگر منصوبوں پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ دینی کتب کی اشاعت اور عوام کو ان کی سستے داموں فراہمی کو یقینی بنانا ہماری اولین ترجیح ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو کتاب سے دوستی کی اہمیت سے آگاہ کرنے پر توجہ دیں تاکہ معاشرے سے جہالت کے اندھیرے چھٹ سکیں اور علم کی روشنی ہر سو پھیل سکے۔

تقریب میں کتابوں کے شال لگانے والوں میں تعریفی اسناد تقسیم کی گئیں اور محکمہ کی دعوت پر ایونٹ میں شرکت کا شکریہ ادا کیا۔



”جب ایک بیٹی نے خاموشی توڑ دی“

ایک مظلوم لڑکی کی درد بھری داستان

تلخ رویے اور گندی ذہنیت میں تھا۔

نہیں جو ہونی چاہیے۔ طعنے سن کر انسان پہلے ٹوٹتا ہے پھر غصے میں آتا ہے اور آخر میں ہوش سنبھالنے کی فکر کرتا ہے۔ عاشرہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ شروع میں اسے لگا کہ شاید غلطی اسی کی ہے۔ اس کی راتیں روتے گزریں۔ وہ لوگوں کی نظروں سے بچنے لگی۔ ایک دن اس نے خود سے سوال کیا کہ کیا میری غلطی یہ ہے کہ میں نے ظلم برداشت کرنے سے انکار کیا تھا۔ یہی سوال زندگی میں اس کے لیے موڑ بن گیا۔ وہ سمجھ گئی کہ لوگ تو باتیں کرتے رہیں گے مگر زندگی تو اسی نے گزارنی ہے۔ خلع کے بعد زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ ایک نیا باپ شروع ہو جاتا ہے۔ پہلا قدم: اپنا تحفظ اور ذہنی سکون کو یقینی بنانا۔ والدین کا گھر اس وقت سب سے بڑی پناہ گاہ ہوتا ہے۔

دوسرا قدم: نفسیاتی سہارا لینا جسمانی تشدد دماغی صحت کو متاثر کرتا ہے۔ ایسے مواقع پر کونسلنگ ضروری ہوتی ہے۔ تیسرا قدم: قانونی راستہ اختیار کرنا اور اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کرنا۔

چوتھا قدم: خود کو دوبارہ کھڑا کرنا۔ تعلیم، ہنر یا کام۔۔۔ جو بھی ممکن ہو اس لئے کہ خود مختار بننا ضروری ہوتا ہے۔ بار بار دھوکہ کھانے کے بعد دل میں ایک نئی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس بیٹی کو بھی شادی سے نفرت ہو گئی جو کہ یہ فطری عمل ہے۔ ایک رشتہ جو کہ سکون دینے کے لیے تھا وہی زخم دے تو دل ٹوٹ جاتا ہے لیکن نفرت ہمیشہ کے لیے کسی مسئلے کا حل نہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ اسے سمجھ آئی کہ مسئلہ شادی کے فیصلے میں نہیں، غلط شخص کے انتخاب میں تھا۔ اب وہ شادی سے ڈرتی تو ہے مگر زندگی سے نہیں۔ اس کا ماننا ہے کہ اگر کبھی دوبارہ رشتہ بنے بھی تو صرف عزت اور برابری کی بنیاد پر بننا چاہیے۔ سچا سہارا وہی ہوتا ہے جو طعنوں کا باعث بننے کے بجائے ہاتھ تھام لے۔ یہ کہانی ناکامی کی نہیں، ہمت کی ہے۔ ایک بیٹی نے دو ماہ میں سمجھ لیا تھا کہ ظالم کے ساتھ زندگی بسر کرنا عقل مند نہیں۔ اس نے تشدد برداشت کیا۔ طعنے سہے لیکن خود کو کھونے سے بچا لیا۔ شادی کا مقصد سکون کا حصول ہوتا ہے، نہ کہ قید۔ جہاں سکون ختم ہو جائے وہاں رشتے کو نئے سرے سے دیکھنا ہی عقل مند نہیں ہے، کمزوری نہیں اور سب سے بڑی جیت یہ ہے کہ اب وہ کسی کی محتاج نہیں بلکہ اپنے فیصلے خود کرتی ہے۔

مختصر یہ کہ شادی کے صرف دو ماہ بعد عاشرہ کے خلع کا فیصلہ ہو گیا جو بظاہر اتنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ معاشرہ سوال اٹھاتا ہے۔ رشتے دار طعنے دیتے ہیں کہ اتنی جلدی کیا ہو گیا۔ لڑکی میں ہی ضرور کوئی کمی ہوگی۔ لوگوں کے ایسے جملے بیٹیوں کے دلوں کو چیر دیتے ہیں۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ مجبوری میں خلع حاصل کرنا کمزوری نہیں، خود کو ظلم سے بچانے کا قانونی اور شرعی حق ہے جو اسلام نے عورت کو دیا ہے۔ تاکہ وہ ظلم سے نجات حاصل کر سکے۔ عاشرہ نے سمجھا کہ اگر آج وہ چپ رہی تو کل کو یہی ظلم میرے شوہر کا معمول بن جائے گا۔ لہذا اس نے خود کو ظلم سے بچانے کے لیے خلع کا راستہ چنا۔ ہمارے ہاں بیٹی کو اکثر کہا جاتا ہے کہ صبر سے کام لوگی تو تمہارا گھر بچ جائے گا۔ لڑکے نشہ چھوڑ دیتے ہیں۔ خلع لوگی تو لوگ کیا کہیں گے؟ یہ جملے ظالم کو مضبوط اور مظلوم کو مزید کمزور کرتے ہیں سچ یہ ہے کہ نشہ کا عادی جب تک علاج کا مصمم ارادہ نہ کر لے، وہ سدھ نہیں سکتا، مزید یہ کہ جب تک قانون اور اس کا خاندان اسے نہ روکیں، وہ روکتا نہیں۔

اس موقع پر ماں باپ اور بہن بھائیوں کا کردار فیصلہ کن ہوتا ہے اگر وہ بیٹی کو حوصلہ دیں کہ تم اکیلی نہیں ہو تو وہ بہادر بن کر کھڑی ہو جاتی ہے اگر طعنے ملیں کہ جلد بازی کیوں کی برداشت کر لیتی تو بیٹی اندر سے ٹوٹ جاتی ہے ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کو سکھایا جاتا ہے کہ باپ کے گھر سے ڈولی اٹھتی ہے اور شوہر کے گھر سے جنازہ، اس بات نے بہت سی بیٹیوں کو ذہنی مریض بنا دیا ہے۔ وہ شوہروں کے ظلم سہتی رہتی ہیں لیکن گھر والوں سے شکایت نہیں کرتیں اور اگر کوئی بیٹی ہمت ہار جائے تو خودکشی کر لیتی ہے اگر کوئی ہمت کر کے اپنے شوہر سے قانونی طریقے سے علیحدگی کا فیصلہ کر لے اور گھر واپس آ جائے تو گھر والوں کے طعنے مار دیتے ہیں۔ عاشرہ کو بھی گھر واپسی کے بعد آسانی نہ تھی۔ ابتدا میں ماں باپ نے سہارا دیا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے گلے لگانے والے بھی طعنے دینے لگے کہ ہماری ناک کٹ گئی ہے۔ اب تم سے کون کرے گا شادی؟ برداشت کر لیتی تو بہتر تھا۔ ایسے طعنے ذہنی تشدد سے کم نہیں ہوتے۔ وقتی سہارا ملتا تو ہے لیکن ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ یہاں وہ قبولیت حاصل



تحریر: نوشی حنیف

شادی دو دلوں اور خاندانوں کا ملن ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی وہی رشتہ کسی لڑکی کے لیے امتحان بن جاتا ہے۔ جب شوہر نشہ کا عادی ہو، ہاتھ اٹھائے اور ظلم کی ہر حد پار کرے تو اس لڑکی کے سامنے دو ہی راستے ہوتے ہیں۔ خاموشی سے ٹوٹ جانا یا خود کو بچانے کے لیے کھڑا ہونا۔ زیر نظر کہانی ایک ایسی ہی بیٹی کی ہے جس نے تشدد برداشت کیا اور خود کے لیے کھڑے ہونے کا مشکل ترین فیصلہ کیا۔ عاشرہ جو کہ ایک غریب گھر کی پڑھی لکھی اور معاملہ فہم بیٹی تھی کی شادی نعیم نامی ایک ایسے شخص سے کی گئی جو نشہ کا عادی تھا۔ اس نے عاشرہ کی زندگی کو تماشہ بنا دیا۔ نشہ کی لت صرف ایک شخص کو تباہ نہیں کرتی، پورے خاندان کا سکون برباد کر دیتی ہے۔ جب شوہر نشہ میں مبتلا ہو تو اس کا رویہ انتہائی جارحانہ ہو جاتا ہے۔ گالی دینا اور مار پیٹ کرنا اس کا معمول بن جاتا ہے۔

عاشرہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ اس نے سوچا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا کہ شادی کے بعد صبر کرنا ہی پڑتا ہے لیکن اس پر ذہنی اور جسمانی تشدد بڑھتا گیا۔ جب عزت نفس روز پچلی جائے تو خاموش رہنا ممکن نہیں رہتا۔ سمجھ بوجھ رکھنے والی بیٹی فوراً میکے میں شکایت نہیں کرتی۔ وہ رشتہ بچانے کی بھرپور کوشش کرتی ہے معمولی شکایات پر درگزر کرتی ہے اور والدین کو بتانے سے گریز کرتی ہے۔ وہ امید رکھتی ہے کہ معاملات سدھ جائیں گے لیکن عاشرہ والا معاملہ اس کے برعکس تھا اس پر ظلم اتنا بڑھ گیا کہ حقائق چھپانا اس کے بس میں نہ رہا۔ جب معلوم ہونے پر اس کے گھر والے عاشرہ کے شوہر سے بات کرنے کے لیے گئے تو لڑکے نے شرط عائد کر دی کہ عاشرہ میرے گھر والوں سے معافی مانگے تو وہ اسے رکھنے کے لیے تیار ہے۔ یہ شرط حقیقت کے برعکس تھی، معافی ظلم کرنے والا مانگے، نہ کہ مظلوم لڑکی۔ عاشرہ کے گھر والوں نے جواب دیا۔ حالات واضح ہو گئے کہ مسئلہ عاشرہ میں نہیں، خاوند کے



12 ربیع الاول کا تاریخی انقلاب:

اخلاقی و معاشرتی بحران اور پیغام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم



تحریر: صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی

سلامی دیتے ہیں، اور ان سب سے بڑھ کر خالق کائنات اپنے پیارے محبوب کو "مرحبا" کی نوید جاوید سناتا ہے! آمد مصطفیٰ، مرحبا مرحبا! تاریخ عالم گواہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کی وہ جادوئی صبح، جب آفتاب رسالت کی پہلی ضیا کائنات ہستی پر نمودار ہوئی، تو کفر و باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو گیا۔ صحیح روایات شاہد ہیں کہ شب ولادت باسعادت ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے، فارس کا ایک ہزار سال سے دہکتا ہوا آتش کدہ اچانک بجھ کر راکھ ہو گیا، بحیرہ ساوہ کا پانی راتوں رات خشک ہو گیا، اور سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے بطن اطہر سے ایسا نور ساطع ہوا جس نے شام و بصرہ کے محلات کو روشن کر دیا۔ پھر یہی ۱۲ ربیع الاول کا مبارک دن تھا جب سفر ہجرت کی تکمیل پر آپ ﷺ مدینہ منورہ کے مضافات میں مقام قبا پر جلوہ افروز ہوئے، جہاں اسلام کی پہلی باقاعدہ عمارت "مسجد قبا" کی بنیاد رکھی گئی اور وادی بنو سالم میں پہلا باقاعدہ خطبہ و نماز جمعہ قائم کر کے اسلامی اجتماعیت اور اخوت کا تاریخی سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا ارغمان ملا تو وہ اسی شمع نبوت کا ایک پرتو تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام

ذره، یہ سمتیں، یہ افق، یہ فضا میں، یہ صحیں اور شا میں کس جلیل القدر ہستی کی آمد کا مژدہ جانفزا سنارہی ہیں؟ یہ اس ذات کامل اور محبوب یزدان کی آمد کا جشن ازل ہے جس کے تصدق اور طفیل ہی اس کا خ ہستی کو وجود، نور، حیات اور شرف کی تمام تر نعمتیں عطا کی گئیں۔ یہ وہ ذات بابرکات ہے جس پر کائنات کا خالق و مالک، پروردگار حقیقی اور رب العزت خود درود و سلام بھیجتا ہے، جس پر ملائکہ مقررین درود کی ڈالیاں نچھاور کرتے ہیں اور انس و جن شب و روز سلام کے قدسی نذرانے پیش کرتے ہیں۔ جس مبارک دن کے صدقے ایام کو شرف ملا، جس نورانی رات کے طفیل زمان و مکان کو تجلیات نصیب ہوئیں، اور جس ذات والا صفات کے وجود و مسعود کے بغیر نہ نظام شمسی ہوتا نہ کہکشائیں — کہ "وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو، جان ہیں آپ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے۔"

آمد مصطفیٰ ﷺ کی اس عظیم الشان اور درخشان گھڑی میں کائنات کی ہر تخلیق نغمہ سرا ہے؛ انسان مرحبا کہتے ہیں، فلک شگاف پہاڑ اور وادیاں مرحبا پکارتی ہیں، ہوائیں اور فضا میں مرحبا کا ترانہ گاتی ہیں، چاند اور ستارے جھک کر

مہینوں میں سے وہ ماہ سب سے باجخت اور رفعت مآب ہے، دنوں میں سے وہ دن سب سے مبارک اور مسعود ہے، اور ۱۲ ربیع الاول کے وہ قدسی لمحات کس قدر جلیل القدر اور باعث خیر و برکت ہیں جن لمحات میں سرور انبیاء، حبیب کبریا، سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اقلیم وجود میں قدم رنجہ فرما کر ظلمت کدہ عالم کو انوار حق سے سرشار کر دیا! آج ہوائیں اس قدر خنک، معطر اور روح پرور کیوں ہیں؟ آفتاب کی کرنوں میں حیات آفریں جلوے اور مہتاب کی چاندنی میں یہ سحر انگیز نکھار کس لیے ہے؟ کائنات کا ذرہ

ہمارے آقا، رحمت عالم ﷺ کا عالم یہ تھا کہ آپ نے زندگی بھر امانت اور طہارت رزق کا وہ معیار قائم کیا جس کی مثال کائنات میں نہیں۔ ہم نے امانت، صداقت، حیا، اور عدل کی ان تمام نبوی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے جو کسی بھی زندہ قوم کی روح ہوا کرتی ہیں۔

اے امت مسلمہ! گلیوں، بازاروں اور شاہراہوں کو سجانا، سبز پرچم لہرانا اور برقی قلموں سے چراغاں کرنا محبت کا فطری اور خوبصورت تقاضا ہے، مگر اس ظاہری زیب و آرائش کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے اندر کے ویرانے پر بھی نظر ڈالنی ہوگی۔ اگر ہمارے دل حسد، بغض، طمع، تفرقہ بازی اور دنیا پرستی کی تاریکی میں ڈوبے رہیں، ہماری مساجد سجدہ گزاروں سے محروم رہیں اور ہمارے رویوں میں اخلاق نبوی کی رفق نہ ہو، تو صرف نعروں اور چند رسموں سے نجات ممکن نہیں۔ سچی غلامی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے دل، اپنی روح اور اپنے اخلاق کو سنت مصطفوی ﷺ کے نور سے معطر کریں۔ اپنے معاشرے کو فحاشی اور رزق حرام سے پاک کر کے حیا اور رزق حلال کا گہوارہ بنائیں۔ امت مسلمہ کے نام رنج الاول کا بھی آفاقی پیغام ہے کہ باہمی نفرتوں کو مٹا کر اخوت، اتحاد، اور امن کے سفیر بنیں، اپنی نمازوں کی پابندی کریں، اور اپنے کردار کو ایسا آئینہ دار بنائیں کہ دنیا ہمیں دیکھ کر سیرت مصطفوی ﷺ کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے، اور ہم پورے ایتقان کے ساتھ بارگاہ رسالت میں عرض کر سکیں:

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلین پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں! تاجدار ہم بھی ہیں

دستاویزات رقم کیں؛ نبی بطور سپہ سالار نبرد آزما معرکوں میں اترے تو شجاعت، مروت اور معافی کے وہ نادر معیار قائم کیے کہ جنگ کی ہولناکیوں میں جلیل القدر صحابہ بھی آپ ﷺ کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے؛ اور نبی بطور عادل اعظم، شفیق باپ، مہربان شوہر، اور خیر خواہ انسانیت بن کر سامنے آئے تو دنیا کے ہر مظلوم، یتیم، مسکین اور غلام کو عزت و مساوات کی ابدی سند عطا کر دی۔ پھر اس ذات گرامی سے وابستہ ہر نسبت کو رب کریم نے عظمتوں کا تاج پہنایا؛ ازواج مطہرات تمام مومنین کی مائیں قرار پائیں، کاشان؟ اقدس کو "آیتِ تطہیر" کے ذریعہ طہارت کی گواہی ملی، سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا جنتی عورتوں کی سردار بنیں، اور سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ٹھہرائے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت بلال، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوبکر کا صدق، حضرت عمر کا عدل، حضرت عثمان کی سخاوت اور حضرت علی کا جلال اسی دامن نبوت کی تربیت کا فیضان تھا جس نے دنیا پر عدل کا نظام قائم کیا۔

آج کا یہ مقدس دن امت مسلمہ کے نام ایک عظیم پیغام، تجدید عہد، احتساب نفس اور فروغ عشق مصطفی ﷺ کا عالمگیر تقاضا ہے۔ موجودہ دور کے الم ناک حالات کے تناظر میں جب ہم اپنے زوال پذیر معاشرے پر نظر دوڑاتے ہیں تو روح کا نپ اٹھتی ہے۔ ہمارے سماج سے شرم و حیا، عفت، اور اخلاقی قدریں رخصت ہو رہی ہیں، فحاشی اور بے باکی کا سیلاب ہمیں بہا کر لے جا رہا ہے، اور حلال و حرام کی تمیز یکسر ختم ہو چکی ہے۔ ہم رزق حرام کی دلدل میں دھنسنے لگے ہیں، دعائیں مقبول ہونے کی توقع رکھتے ہیں، حالانکہ

کے نطق کو "کلم اللہ" کی رفعت ملی تو وہ اسی لسان صدق کی تجلی کا انعکاس تھا، اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انفاس قدسی سے مردوں کو زندگی اور بیماروں کو شفا نصیب ہوئی تو وہ بھی اسی روح کائنات کے اعجاز کا فیض تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو تاریخ کے مختلف ادوار میں جو معجزات اور رفعتیں عطا کی گئیں، وہ سب بطفیل سید عالم ﷺ اور انہی کے نور مبارک کا تصدق تھیں۔ خالق اکبر نے اپنے اس محبوب مکرم کا سراپا ایسا معجز نما بنایا کہ قرآن مجید نے ان کے رخ نور کی قسم "واضح" اور زلفِ غبریں کو "واللہ" کا لباس پہنایا، اور زبانِ حق ترجمان سے نکلنے والے ہر لفظ کو وحی الہی کا درجہ دیا۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھرانے کے قدم رنجہ فرمانے سے برکتوں کا وہ آفتاب طلوع ہوا جس نے افلاس کی تاریکیوں کو کافور کر دیا۔ بچپن کی پاکیزگی سے لے کر جوانی تک، ان کی صداقت اور امانت کا وہ غلغلہ ہوا کہ مکہ کے دوست اور دشمن سبھی انہیں "صادق" اور "امین" پکارنے پر مجبور ہو گئے۔ پھر جب 6666 آیات پر مشتمل قرآن مجید نازل ہوا۔ وہ پر شکوہ کلام کہ اگر کسی سخت جان پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ تو سین مصطفی ﷺ نے اس بارگراں الہی کو کمالِ حلم اور قوت سے اپنے اندر سمو کر انسانیت کو توحید باری تعالیٰ کی روشنی عطا کی۔

آپ ﷺ نبی بطور ہادی بن کر آئے تو گمراہی کی گھٹاؤں میں ڈوبی انسانیت کو صراطِ مستقیم دکھایا؛ نبی بطور معلم جلوہ گر ہوئے تو "انما بعثت معلما" کے تحت جہالت کے اندھیروں کو دور کر کے رُوحوں کو علم و حکمت سے منور کیا؛ نبی بطور مدبر اعظم اور سیاست دان کا روپ دھارنا تو بیشاق مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے ذریعے امن و حکمت عملی کی تاریخی



AL MAALIK ART

GROUP

LAHORE - PAKISTAN

+92-311-149-1458

www.almaalikartgroup.com

ADEEL AHMAD KHAN
CEO

- ▶ BUSINESS CARD ▶ FAVOR BOX ▶ BROCHURS ▶ TISSUE BOX
- ▶ POSTER ▶ CAPS ▶ CERTIFICATES ▶ BOOKS & COPIES
- ▶ TEA MUG ▶ STICKERS ▶ ENVELOPES ▶ PEN
- ▶ WEDDING CARDS ▶ FILE FOLDER ▶ FLYERS ▶ PRICE TAG
- ▶ GOODIE BAGS ▶ FLEX STANDEE ▶ PVC CARDS ▶ KEY CHAIN





ETIMAAD SIGNATURE HOMES

3 YEARS EASY INSTALLMENT PLAN



An address that defines **Timeless Living**

epn.com.pk



+92 321 4449225

LUXURY IN
ITS PRIME

اب خواب نہیں، حقیقت بنائیں!

**3 MARLA
HOUSE
3 YEAR
INSTALLMENT PLAN**



EASY INSTALLMENTS
3 Years Plan



CONSTRUCTION STARTS
on Down Payment



**1.5 YEAR
POSSESSION**



SAFE INVESTMENT
Bright Future



PRIME LOCATION

Raiwind Road, Lahore

اگلی مون سون اپنے گھر میں منائیں!



**AFFORDABLE
RATE**



**CONSTRUCTION
STARTS ON
DOWN PAYMENT**



**1.5 YEAR
POSSESSION**



**3 YEAR
INSTALLMENT
PLAN**

+923214449225

چار جنگ پورٹ یا سائبر جال؟

ہر کیبل صرف بجلی فراہم کرنے کے لیے نہیں ہوتی؛ کچھ کیبلز ڈیٹا منتقل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہیں۔ اس لیے ایسی کیبل استعمال کرنے سے گریز کرنا بہتر ہے جس کے ماخذ یا مالک کے بارے میں یقین نہ ہو۔ ماہرین عام طور پر مشورہ دیتے ہیں کہ عوامی جگہوں پر فون چارج کرنے کے لیے اپنا چارجر اور مناسب پاور ایڈاپٹر استعمال کیا جائے۔ اگر ممکن ہو تو USB پورٹ کے بجائے عام بجلی کے ساکٹ میں اپنا چارجر لگا کر فون چارج کرنا زیادہ محفوظ طریقہ ہے۔

پاور بینک بھی ایک نسبتاً آسان متبادل ہو سکتا ہے، خصوصاً سفر کے دوران۔ اپنا پاور بینک ساتھ رکھنے سے کسی نامعلوم USB پورٹ پر انحصار کم ہو جاتا ہے اور فون کی بیٹری ختم ہونے کی صورت میں ایک محفوظ متبادل دستیاب رہتا ہے۔ اگر کسی عوامی USB پورٹ کو استعمال کرنا ناگزیر ہو تو فون کی اسکرین پر آنے والی ہر اجازت کو احتیاط سے پڑھیں۔ اگر فون پوچھے کہ کیا آپ ڈیٹا منتقل کرنا چاہتے ہیں یا کسی دوسرے ڈیوائس پر اعتماد کرنا چاہتے ہیں تو بغیر سمجھے اجازت نہ دیں۔ جدید اسمارٹ فونز میں متعدد سیکیورٹی خصوصیات موجود ہوتی ہیں جو صارف کو مشکوک کنکشنز اور غیر ضروری رسائی سے

کے ذریعے موبائل فون کو چارج کرنے کے ساتھ ساتھ ڈیٹا تک غیر مجاز رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ عام طور پر USB کنکشن صرف بجلی فراہم کرنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ بعض صورتوں میں ڈیٹا کی منتقلی بھی کر سکتا ہے۔ یہی بنیادی بات جس جیکنگ کے ممکنہ خطرے کو سمجھنے کے لیے اہم ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے فون کو کسی نامعلوم USB پورٹ سے جوڑتا ہے تو فون اور دوسرے ڈیوائس کے درمیان ڈیٹا کنکشن قائم ہونے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر فون کی سیکیورٹی کمزور ہو، صارف غیر ضروری اجازت دے دے یا سسٹم میں کوئی خامی موجود ہو تو حملہ آور معلومات تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

یہ ضروری ہے کہ جس جیکنگ کو اس طرح نہ سمجھا جائے کہ ہر عوامی USB چارجنگ پورٹ لازماً خطرناک ہوتا ہے۔ حقیقت میں خطرہ اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ چارجنگ پورٹ یا کیبل کس طرح ترتیب دی گئی ہے اور فون کی سیکیورٹی کس حد تک مضبوط ہے۔ ممکنہ طور پر متاثر ہونے والی معلومات میں فون میں محفوظ تصاویر، فائلیں، رابطہ نمبرز، پیغامات یا دیگر ڈیٹا شامل ہو سکتا ہے۔ بعض حملوں میں صارف



آج کے جدید دور میں اسمارٹ فون ہماری روزمرہ زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے۔ بینکنگ، سوشل میڈیا، ای میل، تصاویر، رابطہ نمبرز اور دیگر حساس معلومات ہمارے موبائل فون میں محفوظ ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فون کو محفوظ رکھنا صرف ڈیوائس کی حفاظت نہیں بلکہ ہماری ذاتی معلومات اور ڈیجیٹل شناخت کی حفاظت بھی ہے۔



بچانے میں مدد دیتی ہیں۔ اس لیے فون کا آپریٹنگ سسٹم اور سیکیورٹی اپ ڈیٹس باقاعدگی سے انسٹال کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ فون پر مضبوط پاس کوڈ، فنگر پرنٹ یا دیگر دستیاب لاک سیکیورٹی استعمال کرنی چاہیے۔ اگر فون چوری یا کسی غیر مجاز شخص کے ہاتھ لگ جائے تو مضبوط لاک اس میں موجود معلومات کے تحفظ میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

صارفین کو اپنے فون میں موجود غیر ضروری USB یا فائل شیئرنگ کی سہولیات کو بھی فعال رکھنے سے گریز کرنا چاہیے۔

کو کسی نقصان دہ لنک، فائل یا ایپ کی طرف بھی لے جانے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ ایک اور اہم خطرہ یہ ہے کہ بعض لوگ فون کو چارج کرتے وقت اسکرین پر ظاہر ہونے والے پیغامات کو بغیر پڑھے "Allow" یا کسی دوسرے اجازت کے بٹن پر دب دیتے ہیں۔ اگر فون کسی ڈیٹا کنکشن کے بارے میں اجازت مانگے تو اسے نظر انداز کرنے کے بجائے غور سے دیکھنا چاہیے کہ اجازت کس چیز کے لیے طلب کی جا رہی ہے۔ نامعلوم USB کیبل بھی خطرے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

اکثر سفر، شاپنگ سینٹرز، ایر پورٹس، ریلوے اسٹیشنز، ہوٹلوں اور دیگر عوامی مقامات پر موبائل فون چارج کرنے کے لیے یو ایس بی چارجنگ پورٹس دستیاب ہوتے ہیں۔ بظاہر یہ سہولت بہت مفید محسوس ہوتی ہے، لیکن بعض حالات میں یہی سہولت سائبر سیکیورٹی کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔

اس خطرے کو عام طور پر "جوس جیکنگ" (Juice Jacking) کہا جاتا ہے۔ اس اصطلاح سے مراد ایسی صورتحال ہے جس میں کسی مشکوک یا غیر محفوظ USB کنکشن



خاص طور پر ایسی صورت میں جب فون کسی نامعلوم ڈیوائس سے منسلک ہو رہا ہو، غیر ضروری ڈیٹا شیئرنگ کو بند رکھنا زیادہ محفوظ ہے۔ اگر فون کسی مشکوک USB پورٹ سے منسلک کرنے کے بعد غیر معمولی رویہ اختیار کرے، مثلاً غیر متوقع اجازتیں طلب کرے یا کوئی مشکوک پیغام دکھائے، تو کنکشن فوراً منقطع کر دینا بہتر ہے۔ بعد ازاں فون کی سیکورٹی سیٹنگز اور انسٹال شدہ ایپلی کیشنز کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اپنے فون میں حساس معلومات کی حفاظت کے لیے باقاعدہ بیک اپ بھی ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے فون خراب ہو جائے، چوری ہو جائے یا اس میں موجود ڈیٹا متاثر ہو جائے تو محفوظ بیک اپ سے اہم معلومات دوبارہ حاصل کی جاسکتی ہیں۔

بینکنگ اور مالیاتی ایپس استعمال کرنے والے افراد کو خاص طور پر محتاط رہنا چاہیے۔ کسی بھی مشکوک سرگرمی، غیر معمولی لاگ ان، نامعلوم ایپ یا غیر متوقع بینکنگ اطلاع کی صورت میں فوری طور پر متعلقہ سروس کی سیکورٹی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سائبر سیکورٹی صرف بڑی کمپنیوں یا حکومتی اداروں کا مسئلہ نہیں۔ عام صارف کا موبائل فون بھی حملہ آوروں کے لیے قیمتی ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں ذاتی معلومات، تصاویر، رابطے، ای میلز اور دیگر حساس ڈیٹا موجود ہوتا ہے۔

جس بینکنگ سے بچنے کا بنیادی اصول بہت سادہ ہے:

USB چارجنگ پورٹس کو مکمل طور پر خطرناک سمجھنے کے بجائے محتاط اور سمجھ دار صارف بننا زیادہ بہتر ہے۔ آج کے دور میں ذاتی معلومات کی حفاظت صرف پاس ورڈ رکھنے تک محدود نہیں رہی۔ ایک معمولی USB کنکشن بھی بعض حالات میں سیکورٹی کا مسئلہ بن سکتا ہے۔ اس لیے اپنے فون کو نامعلوم چارجنگ پورٹس، مشکوک کیبلز اور غیر ضروری ڈیٹا کنکشنز سے دور رکھیں، اجازتیں سوچ سمجھ کر دیں اور ہمیشہ یاد رکھیں: چارجنگ ضروری ہے، لیکن ڈیٹا کی حفاظت اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

جس USB پورٹ، کیبل یا ڈیوائس پر اعتماد نہ ہو، اسے اپنے فون سے منسلک نہ کریں۔ چند منٹ کی سہولت کے لیے اپنی ذاتی معلومات کو غیر ضروری خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں۔ اگر فون کی بیٹری ختم ہونے والی ہو تو بہتر ہے کہ اپنا چارجر، پاور بینک یا محفوظ پاور ساکٹ استعمال کیا جائے۔ اسی طرح فون کو چارج کرتے وقت غیر ضروری USB کنکشنز اور ڈیٹا ٹرانسفر سے گریز کرنا ایک اچھی سیکورٹی عادت ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ٹیکنالوجی ہماری زندگی کو آسان بناتی ہے، لیکن سہولت کے ساتھ ذمہ داری بھی ضروری ہے۔ عوامی

ETIMAAD Signature HOMES

3

3 YEAR INSTALLMENT PLAN
BEDROOM HOUSE

MONTHLY
INSTALLMENT

80,000

📍 MARYAM TOWN Prime Location Of Main Raiwind Road

پاکستان ایسوسی ایشن فار ایسٹرن میڈیسن (پائم)

طب یونانی کے اصول و تعلیمات اسلامی اور فطری اصولوں کے مطابق ہیں۔ پروفیسر عبدالحنان "تذکارِ حکمت" شہید حکیم محمد سعید کا قائم کردہ بے مثال فورم ہے۔ حکیم راحت نسیم سوہدروی

و پاکیزگی ایسے اصول ہیں جو انسان کو صحت مند زندگی گزارنے میں مدد دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں صفائی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، جبکہ وضو، ہاتھوں کی صفائی اور کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونے جیسی

اصول ہیں۔ مقررین نے عبادات کے روحانی فوائد کے ساتھ ان کے جسمانی فوائد کا بھی ذکر کرتے ہوئے کہا کہ نماز انسان میں نظم و ضبط، طہارت اور ذہنی سکون پیدا کرتی ہے، جبکہ روزہ ضبطِ نفس اور اعتدالِ غذا کی تربیت دیتا

رپورٹ: سید علی بخاری

پاکستان ایسوسی ایشن فار ایسٹرن میڈیسن (پائم) لاہور کے زیرِ اہتمام ہمدرد مرکز لاہور میں "تذکارِ حکمت" کی خصوصی نشست منعقد ہوئی، تقریب کی صدارت حکیم پروفیسر ڈاکٹر عبدالحنان نے کی، جبکہ ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی پاکستان ڈاکٹر عبدالروف رفیقی مہمانِ خصوصی تھے۔ حکیم رانا عابد حسین نے "صحتِ عامہ، اسلام اور جدید میڈیکل سائنس کا تقابلی جائزہ" کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ تقریب سے حکیم راحت نسیم سوہدروی، طبیبہ نبیلہ



Faculty of Eastern Medicine

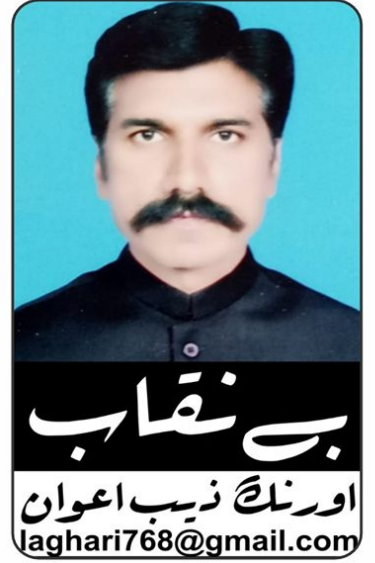
ہے۔ تاہم عبادات کے طبی فوائد کو دینی فرائض کا متبادل نہیں بلکہ ان کے ساتھ حاصل ہونے والے ضمنی فوائد کے طور پر سمجھنا چاہیے۔ اپنے کلماتِ استقبالیہ میں حکیم راحت نسیم سوہدروی نے کہا کہ "تذکارِ حکمت" شہید حکیم محمد سعید کا قائم کردہ ایسا فورم ہے جس نے صحت کے مسائل کے حل، طب کے فروغ اور حکما، ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کے درمیان فکری اتحاد کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تقریب میں حکیم حارث نسیم نے نظامت کے فرائض انجام دیے، جبکہ حکیم رانا عابد حسین کو پی ایچ ڈی مکمل کرنے پر ہمدرد کی جانب سے وثیقہ پیش کیا گیا۔ مقررین نے اس امر پر زور دیا کہ صحت مند اقوام ہی ترقی اور سر بلندی حاصل کرتی ہیں؛ صحت سے محروم قوم پائیدار ترقی نہیں کر سکتی۔ اس لیے صحتِ عامہ، متوازن غذا، صفائی، احتیاط اور مؤثر علاج کو قومی ترجیحات میں شامل کرنا ضروری ہے۔ تقریب میں اطباء، ڈاکٹروں، ماہرینِ صحت، حکما اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

تعلیماتِ صحت و عامہ کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ ہیں۔ اسی طرح قیلولہ، متوازن غذا اور حرام اشیاء و شراب سے اجتناب بھی صحت مند معاشرے کے لیے اہم رہنما



عمران، حکیم سعید صابر، حکیم محمد سجاد، انجینئر محمد آصف، ڈاکٹر امجد چشتی، حکیم حسان شہباز اور سید علی بخاری نے بھی اظہارِ خیال کیا۔ سید علی بخاری نے گزشتہ روز انتقال کر جانے والے ڈاکٹر خلیل انصاری کی طبی، تدریسی اور فنی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کے لیے بلندی درجات کی دعا کی۔ اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ طب یونانی فطری طریقہ علاج ہے، جس کی اساس نباتات اور فطرت کے اصولوں پر قائم ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے، اس لیے اسلام اور سائنس میں کوئی تضاد نہیں؛ جدید سائنس نے صحت و حفظانِ صحت کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کی متعدد پہلوؤں سے تائید کی ہے۔ مقررین نے کہا کہ اسلام محض روحانیت کا سرچشمہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات بھی ہے۔ قرآن حکیم اور سیرت رسول ﷺ میں حفظانِ صحت کو روزمرہ زندگی کا اہم حصہ قرار دیا گیا ہے۔ صبح جلد بیدار ہونا، رات کو بروقت سونا، مسواک اور صفائی کا اہتمام، اعتدال کے ساتھ غذا کا استعمال، بسیار خوری سے اجتناب اور طہارت

ٹرمپ کی جنونیت



امریکہ کو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل کیا جاتا ہے۔ ایشیائی ممالک میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ امریکہ ہم سے ترقی میں سو سال آگے ہے۔ امریکی قوم خوشحال زندگی

رکھتے ہیں۔ کیا آپ کرائے کے قاتل بن کر کسی کی منشاء کی تکمیل کر رہے ہیں۔ جنگ کسی بھی مسئلہ کا حل نہیں۔ جنگ میں دونوں فریقین کا نقصان ہوتا ہے۔ ایک فریق کا جانی و مالی نقصان ہوتا ہے۔ تو دوسرے کے معاشی وسائل کا ضیاع ہوتا ہے۔ اپنی وقتی کامیابی پر جشن منانے والے بھی معاشی طور پر عدم استحکام کا شکار ہو جاتے ہیں۔ امریکہ اس وقت شدید ترین مالی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ ایران کو کمزور کرنے کے لیے اس سے کبھی جنگ تو کبھی اس پر معاشی پابندیاں عائد کرتا ہے۔ اس کو ایران سے خطرہ کیا ہے۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر وقتی طور پر یہ بات مان بھی لی جائے کہ ایران ایٹمی طاقت حاصل کر لیتا ہے تو کیا ہوگا۔ دنیا میں پہلے بھی سات ایٹمی طاقتیں موجود ہیں۔ انہوں نے امریکہ کا کیا نقصان کر دیا ہے۔ ایٹمی طاقت حاصل کرنا کوئی بری بات نہیں۔ ہر قوم کو حق حاصل ہے کہ وہ دفاعی

امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ اپنی طاقت اور خوف سے کوئی کسی سے وقتی عزت تو حاصل کر سکتا ہے مگر دیر پا نہیں۔ دنیا میں جس جس حکمران نے بھی جنونیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے ملک و قوم کو نقصان ہی پہنچا ہے۔ امن و اشی کا درس دینے والے ممالک کی عوام ہمیشہ سکون کی نیند سوتی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں جنگ کا ماحول پیدا کرنے والے ممالک کی عوام ہمیشہ بے سکونی کا شکار رہتی ہے۔ کسی کے گھر کو آگ لگا کر انسان خود بھی چین سے نہیں سو سکتا۔ جلنے گھر سے اڑنے والی راگھ اس کے آشیانہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ دنیا میں مقابلہ بازی ہونی چاہیے۔ ہتھیاروں سے نہیں۔ بلکہ ٹیکنالوجی، علم، معاشی و معاشرتی تجارت، فنون لطیفہ کے میدان میں ایک دوسرے کو مات دینے کا مقابلہ ہونا چاہیے۔ ماضی میں بھی کئی حکمرانوں نے اپنی جنونیت کی وجہ سے لاکھوں بے گناہ



گزارتی ہے۔ دنیا اس کی ترقی پر رشک کرتی ہے۔ اس کے باوجود امریکی حکمران ہمیشہ دنیا میں انسانیت کے قتل عام میں ملوث رہے ہیں۔ موجودہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اس سلسلہ میں سابقہ صدور سے برتری رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دونوں دور اقتدار میں انسانیت کا جس قدر ناحق خون بہایا ہے۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ خود کو طاقتور ثابت کرنے کے لیے کسی کا خون بہانا ضروری نہیں۔ آپ کا حسن سلوک بھی کسی کے دل کو فتح کر سکتا ہے۔ آپ کی ترقی پر دنیا حیران و پریشان ہے۔ آپ کے پاس تمام وسائل ہیں۔ جو ترقی یافتہ ممالک کے پاس ہونے چاہیے۔ پھر آپ دنیا میں جنگ و جدل کا ماحول کیوں بنائے

لحاظ سے خود کو مضبوط کرے۔ اگر ایران بھی ایسا کر رہا ہے تو اس میں اچنبھے کی بات کیا ہے۔ پاکستان بھی ایٹمی طاقت ہے۔ اس نے یہ طاقت کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے حاصل نہیں کی۔ بلکہ اپنے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے ایٹمی طاقت حاصل کی ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو جنونیت کی کیفیت سے باہر نکل کر سوچنا ہوگا کہ ان کے ملک و قوم کے لیے کیا بہتر ہے۔ کیا ہر وقت جنگی صورتحال میں مبتلا رہنا اس کے ملک و قوم کے لیے بہتر ہے۔ یا امن بھائی چارگی کی فضا میں بہتری ہے۔ دنیا امریکہ کی ترقی کی وجہ سے اس کی عزت کرتی ہے۔ نہ کہ خوف کی وجہ سے۔ جس دن امریکی حکمران اس بات کو سمجھ جائے گے۔ دنیا

انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ آج ان حکمرانوں کو اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا جاتا۔ بلکہ قاتل، پاگل، جنونی کے القابات سے پکارا جاتا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ ایک ترقی یافتہ ملک اور پڑھی لکھی قوم کا حکمران ہے۔ پھر یہ کس راستہ پر گامزن ہو گیا ہے۔ جس کا انجام سوائے تباہی اور بربادی کے کچھ نہیں۔ ایرانی عوام کسی کا مقصد کسی کو نقصان پہنچانا نہیں۔ بلکہ اپنی سلامتی کا دفاع کرنا ہے۔ اگر اتنی سے بات کو امریکہ سمجھ جائے تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ ہر وقت خود کو اپنی قوم کو جنگی ماحول میں مبتلا کیے رکھنا کسی صورت عقل مند نہیں۔ خدا را ہوش کے ناخن لیں۔ خود کو اور دنیا کو سکون و چین سے جینے دیں۔



یوم آزادی کی مناسبت سے پاک ڈونرز کے زیر اہتمام 34 ویں بلڈ ڈونیشن کیمپ کا انعقاد، کمیونٹی کی بھرپور شرکت

ہے جن سے وہ کبھی نہیں مل سکتے، اور یہ ان کی سخاوت ہے جو ہمارے مشن کو حقیقی معنی دیتی ہے۔"

پاک ڈونرز نے اپنی ایکٹیو کمیٹی، رضا کاروں اور خواتین ونگ کی لگن کو خراج تحسین پیش کیا، جن کی اجتماعی کوششوں نے ہم کے ہموار اور کامیاب انعقاد کو یقینی بنانے میں مدد کی۔ تنظیم نے رضا کارانہ خون کے عطیہ کو فروغ دینے اور کویت میں مختلف کمیونٹیز کے درمیان انسانی خدمت کے

سب سے بڑھ کر اپنے خون کے عطیہ دہندگان کے تہہ دل سے مشکور ہیں جنہوں نے 34 ویں خون کے عطیہ کی مہم کو پاک ڈونرز کے لیے ایک اور یادگار سنگ میل بنایا۔"

انچارج کوآرڈینیٹر عبدالوحید جابر نے تمام معزز مہمانوں، سفارت خانہ پاکستان کے نمائندوں، کمیونٹی نمائندگان، میڈیا کے نمائندوں، سپورٹرز اور رضا کاروں کو تہہ دل سے خراج تحسین پیش کیا جن کے تعاون نے اس مہم کو

کویت (محمد عرفان شفیق، کویت) پاک ڈونرز نے رضا کارانہ خون کے عطیات کے ذریعے انسانیت کی خدمت کرنے کے اپنے دیرینہ عزم کو جاری رکھتے ہوئے، سینٹرل بلڈ بینک، جابریہ میں اپنی 34 ویں بلڈ ڈونیشن مہم کا کامیابی سے انعقاد کیا۔ اس مہم کو کمیونٹی کی جانب سے زبردست رسپانس ملا، جس میں 160 سے زائد عطیہ دہندگان نے خون کا عطیہ دینے کے لیے اندراج کرایا، جس نے ایک بار پھر ہمدردی، اتحاد اور سماجی ذمہ داری کے جذبے کا مظاہرہ کیا جو پاک ڈونرز کے مشن کے مرکز میں ہے۔

اس کیمپ کی خاص بات الفروانیہ گورنریٹ سے گورنر کے نمائندے اور ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز خالد الرشیدی کی شرکت تھی جو کویت میں موجود پاکستانی اور کویتی کمیونٹی کے مابین دوستی کو مزید تقویت بخشتی ہے۔ اسکے علاوہ سفارتخانہ پاکستان کویت سے کمیونٹی ویلفیئر اتاشی حمزہ توہیر اور الاہلیہ انٹیکریٹڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر محمود رزوق نے خصوصی طور پر شرکت کی، جنکی موجودگی نے اس عظیم انسان دوست اقدام میں بڑا اعزاز اور اہمیت بڑھادی۔

پاک ڈونرز ایگزیکٹو کمیٹی (EC) کی ٹیم کی جانب سے معزز مہمانوں کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا، جنہوں نے کویت میں رضا کارانہ خون کے عطیات کے اقدامات کے لیے مسلسل حوصلہ افزائی اور حمایت کے لیے شکریہ ادا کیا۔

پاک ڈونرز کے خواتین ونگ کی نمائندگی کرتے ہوئے مس شائستہ زاہد نے سفارت خانہ پاکستان کی جانب سے مادم سعدیہ سلطان کا پرتپاک استقبال کیا اور انسانی ہمدردی



کلچر کو مضبوط بنانے کے اپنے عزم کا اعادہ کیا۔

پاک ڈونرز اس عزم کا اعادہ کرتا ہے کہ ہر خون عطیہ کرنے والا زندگی بچانے والا ہے، اور ہر عطیہ انسانیت کا طاقتور اظہار ہے۔ اس کے ساتھ تنظیم نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ ہم اپنے وطن ثانی کویت کے لیے اپنی حمایت کا وعدہ کرتے ہوئے ضرورت کے وقت میں، ہم واقعی ایک ساتھ کھڑے ہیں۔

کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے عطیہ دہندگان کے لیے خصوصی تعریف کی، انہیں "دن کے ہیرو" کے طور پر بیان کیا۔ "ہم ہر مہمان، میڈیا کے نمائندے اور رضا کار کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو ہمارے ساتھ کھڑے تھے۔ سب سے بڑھ کر، ہمارا خصوصی شکریہ اس دن کے حقیقی ہیروز یعنی ہمارے خون دینے والوں کا ہے۔ خون دینے کا ان کا بے لوث عمل ان لوگوں کے لیے زندگی کا تحفہ

کے مقصد میں شامل ہونے اور مدد کرنے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کیمپ انچارج حفیظ اللہ خان نے کمیونٹی کی جانب سے زبردست رد عمل کو سراہا۔

"اس کیمپ کی کامیابی ہماری کمیونٹی کی فراخ دلی اور انسانی ہمدردی کے جذبے کی عکاسی کرتی ہے۔ خون کا عطیہ دینے کے لیے آگے آنے والے ہر فرد نے جان بچانے میں اپنا حصہ ڈالا۔ ہم اپنے مہمانوں، رضا کاروں، معاونین اور

کویت: پاکستان کے 79 ویں یوم آزادی کے موقع پر شاندار تقریب

سفیر پاکستان ڈاکٹر ظفر اقبال کے ہاتھوں ڈیجیٹل پورٹل سسٹم کا افتتاح: سبز جھنڈیاں لہراتے شرکاء کا زبردست جوش و خروش



گفتگو کرتے ہوئے سفیر پاکستان نے کہا کہ جنگی حالات کے باوجود کویت کیلئے پاکستان کی برآمدات میں نمایاں اضافہ ہوا ہے جو دونوں ممالک کے درمیان مضبوط اقتصادی روابط کی عکاسی کرتا ہے۔ تقریب کے اختتام پر سفیر پاکستان نے شرکاء کے ہمراہ پاکستان زندہ باد اور قائد اعظم زندہ باد کے

قائد اعظم کی 150 ویں سالگرہ کا ایک کاٹا۔ اس موقع پر عزت مآب سفیر پاکستان ڈاکٹر ظفر اقبال نے پاکستانی کمیونٹی کی سہولت کیلئے سفارتخانہ کے ڈیجیٹل پورٹل کا افتتاح کیا۔ انہوں نے کہا کہ نئے پورٹل کے ذریعہ کویت میں مقیم پاکستانی شہری گھر بیٹھے متعدد سفارتی اور کمیونٹی سہولیات سے استفادہ کر

کویت (محمد عمر) پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک کی طرح کویت میں بھی پاکستان کا 79 واں یوم آزادی انتہائی جوش و خروش سے منایا گیا؛ سبز جھنڈیاں لہراتے پاکستانی تارکین وطن نے کثیر تعداد میں شرکت کی، شرکاء میں خواتین اور بچوں کی کثیر تعداد بھی شامل تھی۔ سفارتخانہ کا ہال کچھا کچھا بھرا ہوا تھا، سفیر پاکستان عزت مآب ڈاکٹر ظفر اقبال نے قومی ترانہ کی گونج کے ساتھ سبز ہلالی پرچم فضا میں بلند کیا جس کے بعد ایک مختصر تقریب سفارتخانہ کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی جس کی کمپیئرنگ کے فرائض کمیونٹی ویلفیئر اتاشی حمزہ توقیر نے انتہائی احسن طریقہ سے انجام دیئے انہوں نے یوم آزادی پاکستان کے موقع پر شرکاء اور کویت میں مقیم پاکستانی کمیونٹی کو مبارکباد پیش کی اور یوم آزادی کے حوالہ سے اظہار خیال کیا۔ تلاوت قرآن کریم کی سعادت سفارتخانہ کے اسٹاف حافظ عامر سلمان نے حاصل کی، سفارتخانہ کے فرسٹ سیکریٹری عابد اللہ نے پاکستان کے 79 ویں یوم آزادی کے موقع پر صدر آصف علی



پر جوش نعرے لگائے۔ پاکستان کرپسین سوسائٹی کویت کی طرف سے مقامی نوجوان گلوکار نے دولی نعمات، اے وطن پیارے وطن، اور دل پاکستان خوبصورت انداز سے پیش کر کے تقریب کو چار چاند لگا دیئے۔ آخر میں شرکاء کیلئے ریفرنڈم کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

سکیں گے جبکہ صارفین کی آسانی کیلئے اردو زبان کا آپشن بھی شامل کیا گیا ہے۔ سفیر پاکستان نے ڈیجیٹل پورٹل کی تیاری اور لانچنگ میں کمیونٹی ویلفیئر ونگ کا کوشش کو سراہتے ہوئے کمیونٹی ویلفیئر اتاشی حمزہ توقیر اور ان کی ٹیم کی خدمات کی تعریف کی۔ کویت پاکستان دو طرفہ تعلقات کے حوالہ سے

زرداری، وزیر اعظم میاں شہباز شریف اور وزیر خارجہ اسحاق ڈار کے خصوصی پیغامات پڑھ کر سنائے۔ اس موقع پر بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 150 ویں سالگرہ تقریبات کے حوالہ سے ایک دستاویزی فلم بھی پیش کی گئی۔ سفیر نے بچوں کے ہمراہ پاکستان کی یوم آزادی اور



پاکستان کے 79 ویں یوم آزادی پر ترکیہ کے دارالحکومت انقرہ میں ہونے والی تقریب محض ایک قومی دن کی رسمی تقریب نہیں رہی بلکہ اس نے پاکستان اور ترکیہ کے درمیان بڑھتی ہوئی اسٹریٹجک قربت اور اعلیٰ سطح کے سیاسی و دفاعی روابط کو بھی نمایاں کر دیا۔ سفارتخانہ پاکستان انقرہ میں 14 اگست کو منعقدہ پروقار پرچم کشائی کی تقریب میں ترکیہ کے نائب صدر جودت یلماز سمیت اعلیٰ ترک حکام، سفارتی شخصیات، سفارتخانے کے افسران، پاکستانی کمیونٹی اور سفارتی برادری کے نمائندوں کی شرکت نے اس تقریب کو غیر معمولی اہمیت دے دی۔ عام طور پر کسی ملک کے قومی دن کی تقریب میں میزبان ملک کی اعلیٰ سیاسی قیادت کی شرکت کو سفارتی حلقوں میں محض رسمی عمل نہیں سمجھا جاتا۔ بالخصوص جب پاکستان اور ترکیہ کے تعلقات پہلے ہی سیاسی، دفاعی اور اسٹریٹجک تعاون کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہو رہے ہوں تو ایسی شرکت اپنے اندر ایک واضح سفارتی پیغام رکھتی ہے۔

نائب صدر ترکیہ کی شرکت، پاک ترک اسٹریٹجک شراکت داری کا نیاب

ہوئے دفاعی و اسٹریٹجک روابط کے تناظر میں انقرہ کی یہ تقریب مزید اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔ مکہ میں پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان ہونے والے دفاعی تعاون کے معاہدے کے بعد خطے میں پاکستان کے دفاعی تعلقات اور اس کی اسٹریٹجک شراکت داری پر نئی بحث شروع ہوئی ہے۔ ترکیہ پہلے ہی پاکستان کے اہم دفاعی شراکت داروں میں شامل ہے اور دونوں ممالک کے درمیان دفاعی صنعت، تربیت، بحری تعاون، فضائی شعبے اور دفاعی پیداوار سمیت مختلف شعبوں میں تعاون موجود ہے۔ ایسے ماحول میں پاکستان کے قومی دن کی تقریب میں ترکیہ کے نائب صدر کی شرکت کو دونوں ممالک کے درمیان

آزادی کی تقریب میں شرکت اس بات کا اظہار بھی کہ انقرہ پاکستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو کس اہمیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ترکیہ اور پاکستان کے تعلقات کئی دہائیوں پر محیط ہیں، تاہم حالیہ برسوں میں ان تعلقات میں دفاعی تعاون، اعلیٰ سطحی سیاسی رابطوں اور اسٹریٹجک شراکت داری نے نئی جہت اختیار کی ہے۔ انقرہ میں پاکستان کے قومی دن کی تقریب میں نائب صدر کی شرکت اسی وسیع تر تناظر میں دیکھی جانی چاہیے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ تقریب میں ترک قیادت اور مختلف شعبوں سے وابستہ اہم شخصیات کی موجودگی نے پاکستانی سفارتخانے کی تقریب کو محض پاکستانی کمیونٹی کی



بڑھتے ہوئے اعتماد اور اسٹریٹجک ہم آہنگی کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مکہ دفاعی معاہدے نے اگرچہ بنیادی طور پر پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات کو نئی دفاعی جہت دی

سرگرمی کے بجائے ایک اہم سفارتی اجتماع کی شکل دی۔ مکہ دفاعی معاہدے کے بعد نئی اہمیت پاکستان، سعودی عرب اور ترکیہ کے درمیان بڑھتے

نائب صدر جودت یلماز کی شرکت، دوطرفہ تعلقات کا اہم اشارہ
نائب صدر ترکیہ جودت یلماز کی پاکستان کے یوم



آزادی، انصاف اور حق خود ارادیت کے اصولوں سے پاکستان کی وابستگی کا اعادہ کیا۔

سفیر پاکستان نے پاک ترک تعلقات کو بھی خصوصی طور پر اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان گہرے اور برادرانہ تعلقات مستقبل میں مزید مضبوط ہوں گے۔

ڈاکٹر یوسف جنید کا یہ پیغام ایسے وقت میں سامنے آیا جب پاکستان اور ترکیہ کے تعلقات دفاعی اور اسٹریٹجک تعاون کے حوالے سے پہلے ہی اہم مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔

قومی دن سے آگے کا سفارتی پیغام

انقرہ میں 14 اگست کی تقریب کو اگر صرف ایک پرچم کشائی کی تقریب سمجھا جائے تو شاید اس کی اصل اہمیت نظر انداز ہو جائے۔ ترکیہ کے نائب صدر کی شرکت، اعلیٰ ترک حکام کی موجودگی، پاکستانی سفیر کا پاک ترک اسٹریٹجک تعلقات پر اعتماد اور خطے میں بدلتے ہوئے دفاعی منظر نامے کو ایک ساتھ رکھا جائے تو تصویر کچھ مختلف دکھائی دیتی ہے۔

پاکستان آج اپنے 79 ویں یوم آزادی پر صرف اپنے ماضی کو یاد نہیں کر رہا بلکہ ایک ایسے خطے میں اپنی اسٹریٹجک شراکت داریوں کو بھی آگے بڑھا رہا ہے جہاں سلامتی، دفاعی تعاون اور علاقائی توازن پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہو چکے ہیں۔ انقرہ میں پاکستانی پرچم کی سر بلندی کے ساتھ ترکیہ کی اعلیٰ قیادت کی موجودگی نے یہ پیغام ضرور دیا کہ پاک ترک دوستی اب محض تاریخی جذبات تک محدود نہیں رہی بلکہ بدلتے ہوئے علاقائی حالات میں اس کے اسٹریٹجک تقاضے بھی تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

اور شاید یہی 14 اگست 2026 کی انقرہ تقریب کا سب سے اہم سفارتی پہلو تھا۔

دہائیوں سے قائم ہے۔ پاکستان اور ترکیہ کے تعلقات کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں سرکاری سفارتی روابط کے ساتھ عوامی جذبات بھی شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ترکیہ میں پاکستان کا قومی دن محض ایک سفارتی کیلنڈر ایونٹ نہیں رہتا بلکہ دونوں ممالک کے درمیان برادرانہ تعلقات کے اظہار کا موقع بھی بن جاتا ہے۔

صدر اور وزیراعظم کے پیغامات تقریب میں صدر پاکستان کا خصوصی پیغام ڈیڑھ ہینڈ آف مشن شائق احمد بھٹو جبکہ وزیراعظم کا پیغام کونسلر عامرا مین نے پیش کیا، جن میں بالترتیب قومی اتحاد، ترقی، استحکام اور خوشحالی کے عزم کو اجاگر کیا گیا۔

ہے، تاہم خطے میں موجود دیگر قریبی شراکت داروں، خصوصاً ترکیہ کے ساتھ پاکستان کے دفاعی روابط بھی اس بدلتے ہوئے علاقائی اسٹریٹجک ماحول میں خصوصی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کے درمیان مختلف سطحوں پر پیدا ہونے والی قربت کو محض روایتی سفارتی دوستی کے بجائے علاقائی سلامتی، دفاعی تعاون اور اسٹریٹجک شراکت داری کے وسیع تر تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

سبز ہلالی پرچم اور پاک ترک دوستی تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کے بعد قومی ترانہ بجایا گیا اور پاکستان کا سبز ہلالی پرچم



سفیر یوسف جنید: تعلقات مزید مضبوط بنانے کا عزم تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ترکیہ میں پاکستان کے سفیر ڈاکٹر یوسف جنید نے قائداعظم محمد علی جناح اور تحریک پاکستان کے بانیان کو خراج عقیدت پیش کیا اور

سفارتخانے کے احاطے میں سر بلند کیا گیا۔ پرچم کشائی کے بعد شرکاء میں قومی جذبہ نمایاں رہا۔ ترکیہ میں پاکستانی پرچم کا بلند ہونا اس تاریخی رشتے کی علامت بھی تھا جو دونوں ممالک کے عوام کے درمیان کئی

قبض۔۔۔۔۔ اُم الامراض



حکیم حارث نسیم سوہدروی

قبض (constipation) کا شمار ان امراض میں ہوتا ہے جس کا شکار دور حاضر میں بیشتر افراد ہیں اسے عہد جدید کی تہذیب کا تحفہ کہا جائے تو زیادہ مناسب اور بجا ہوگا۔ اس مرض کے لئے عمر اور جنس کی کوئی قید نہیں ہے یعنی ہر عمر اور جنس کے لوگ اس کا شکار ہوتے ہیں۔
قبض کو ام لامراض کہا جاتا ہے یعنی کہ امراض کی جڑ۔

بڑھتا ہوا استعمال، پھلوں سبزیوں کی صورت میں ریشہ (فایبر) کا استعمال کم یا ترک کر دینا، فروٹ بن، کباب، شیر مال، مرغن اور تلی ہوئے اشیاء کا زیادہ استعمال ہے۔ نقص تغذیہ کے علاوہ بعض عادات یعنی طرز زندگی بھی اس کا سبب ہے جیسا کہ غذاء اوقات میں بد نظمی، تمباکو نوشی کا استعمال بکثرت چائے نوشی اور جذبات بھی ہانسنے کے عمل کو متاثر کرتے ہیں جس قبض کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اس کے علاوہ جدید مشینی زندگی نے جہاں بڑی سائنس فراہم کی ہیں وہاں صحت کے مسائل بھی پیدا کئے ہیں صبح سویرے اٹھنے اور سیر کا رواج ختم ہو گیا ہے ورزش کا فقدان اور پانی کا کم استعمال نے بھی قبض کی مرض کے متاثرین میں اضافہ کیا ہے آج کمپیوٹر کا دور ہے لوگ دن بھر نشست کرتے ہیں۔ چلنے پھرنے کا دور گزر گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ انتوں کی حرکت دودھ جوفضہ کو باہر دھکیلتی ہے اس کی اخراجی قوت کم ہو جاتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے جس قبض کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا بلکہ ابھی کل کی بات ہے کہ بچے اور نوجوان کچی سبزیاں اور پھل کھاتے تھے گلی گلوں اور میدانوں میں کھیلنے تھے مگر اب کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور پھر موبائل

انت کو بھیج دیتا ہے جہاں پر یعنی پانی جذب کر کے باقی حصہ فضلہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو ہمارے شکم کے بائیں طرف اہستہ اہستہ حرکت کرتا ہے اور قولون (انت) کے ساتھ ساتھ اترنے لگتا ہے یہ سارا عمل ایک مکمل نظام کے تحت ہوتا ہے جس کے بعد بڑی انت کی حرکت سے یہ فضلہ خارج ہو جاتا ہے اس حرکت کو زبان طب میں حرکت دودھ کہتے ہیں۔ ہر فرد میں اس حرکت اور نظام عمل کی رفتار مختلف ہوتی ہے اگر ہضم کا عمل سست ہو اور کسی سبب بڑی انت کی حرکت کم ہو تو اجابت خشک اور سخت ہو سکتی ہے اگر بڑی انت کی حرکت دودھ جوفضہ کی حرکت کے تحت فضلہ کے اخراج میں مدد دیتی ہے سست یا بالکل نہ ہو تو اجابت مشکل سے ہوگی یا پھر نہیں ہوگی اس کو قبض کہتے ہیں اگر اس کا مدوا نہ کیا جائے تو خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے اور کہ دوسرے امراض پیدا ہو کر مسائل صحت کا باعث بن جاتی ہے
جب کسی کو قبض کا عارضہ ہوتا ہے تو طبیعت میں بے چینی، مزاج میں چڑچڑاہٹ اور سستی ہو جاتی ہے پیٹ میں گرانی ہوتی ہے بعض افراد میں سردرد، دل ڈوبنا (اختلاج قلب) کی



پرسوشل میڈیا نے یہ تمام جسمانی سرگرمیاں ختم کر دی ہیں غذاء عادات بدل گئیں طرز زندگی بدل گیا گندم کے بھوسی والے اٹا کی جگہ بھوسی کے بغیر فلورملوں کے میدہ والے نے لے لی ہے اس آرام طلبی اور قدرت سے دوری نے بھی قبض کے مرض میں اضافہ کیا ہے قبض کا مرض بڑھنے سے اور اس کا جو لوگ مدوائیں کرتے پھر وہ اب اسیر کا شکار ہو جاتے ہیں جو کہ تکلیف دہ مرض ہے۔ صحتی شعور نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے اکثر حاملہ خواتین اس مرض کا شکار ہو جاتی ہیں کیونکہ حمل کی صورت ساتویں ماہ کے بعد بچہ دانی کے بوجھ سے آنتیں دب جاتی ہیں اور اکثر خواتین قبض کا شکار ہو جاتی ہیں اگر شعور صحت ہو اور آگاہی ہو تو مناسب تدابیر سے بچا جاسکتا ہے۔
قبض کے مرض سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کو

شکایت ہوتی ہے بھوک درست طور پر نہیں لگتی بعض لوگ کم درد کی شکایت بھی کرتے ہیں انتوں میں فضلات جمع ہو جانے کیسے ریاچ پیدا ہوتے ہیں جو خارج نہ ہونے کی صورت طبیعت میں بے چینی پیدا کرتے اور دل پر بوجھ محسوس ہوتا ہے پھر بھوک کم ہو جاتی ہے کیونکہ طبیعت تو اس وقت کھانے کے لئے آمادہ ہوگی جب پہلی ہضم شدہ غذا خارج ہو جائے گی اور مزید غذا کے داخلے کی جگہ بنے گی
اب سوال یہ ہے کہ قبض کا مرض کیونکر بڑھتا جا رہا ہے بعض افراد میں اس کے اسباب انفرادی ہیں یعنی ابتدا میں اجابت کو دبانا یا پھر اجابت کی حاجت پر غفلت کرنا ہو سکتا ہے لیکن دیکھا گیا ہے بڑی وجہ شہری زندگی میں طرز زندگی میں تبدیلی، فطری غذاؤں سے دوری، فاسٹ فوڈ، جنک فوڈ کا

مسلسل قبض ہونے کی صورت میں کہ امراض جنم لیتے ہیں۔ چونکہ گھٹے میں ایک بار اجابت با فراغت نہ ہونے کو قبض کہتے ہیں قبض کی کہ اقسام ہیں جن میں اجابت کا وقت پر نہ ہونا، وقت پر اجابت کا با فراغت نہ ہونا، اجابت کا وقت سے ہونا، سخت قسم کا براز خارج ہونا، دودھ تین روز اجابت کا نہ ہونا شامل ہیں اگر کسی فرد کو روزانہ بغیر ادویہ کے بروقت اجابت با فراغت ہوتی ہے تو یہ قبض نہ ہونے کی علامت ہے۔
جب ہم روزانہ غذا کا استعمال کرتے ہیں تو منہ کے ذریعے حلق سے نیچے اتر کر معدہ میں جاتی ہے جہاں اس کے ہضم کا عمل شروع ہوتا ہے اور معدہ سے نکل کر چھوٹی انت میں جاتی ہے تو ہضم کا عمل تیز تر ہو جاتا ہے چھوٹی انت اسے مزید قابل ہضم بنا کر اس غذا کا ٹھوس حصہ مزید ہضم کے لئے بڑی

ابتداءً عمر سے ہی صحت مند عادات کا شعور پیدا کا جائے۔ یعنی اجابت کے لئے وقت مقرر کیا جائے اس حوالے سے والدین پر بھاری اور اہم ذمہ داری ہے۔ قبض کشا ادویہ کا اصل کام مرض کو وقتی افادہ ہوتا ہے کیونکہ مریض کو جو جسمانی اور ذہنی عوارضات ہوتے ہیں ان سے نجات مل جاتی ہے لوگ اسان طریقہ جانکر ان ادویہ کے عادی ہو جاتے ہیں دوسری ادویہ کی طرح ان کے بھی مضر اثرات ہوتے ہیں کیونکہ ان ادویہ کے استعمال سے انتوں میں بل پڑنے سے جسم میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں انتوں کے ریشوں و عضلات کو نقصان ہوتا ہے دوسری اہم بات یہ ہے کہ قبض کی ادویہ ہمیشہ معالج کے مشورے سے لی جائیں کیونکہ ہونے والے مسائل الگ نوعیت کے ہوتے ہیں ابتدا میں ہلکی تدا بیر مثال کے طور پر اٹے کی بھوسی یا بغیر چھنا اٹالیں اور غذا میں پھل سبزیاں ریشہ سمیت ساگ پات، جن میں سلیم، گھیا، توری، ٹینڈا، کدو کرلا اور کھانے کے ساتھ دو پہر کو سلا د ایک پلیٹ کھا ہیں تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے امروزہ گاجریں، مولی اور تمام موسمی پھل فائدہ مند ہیں اگر انتوں کی حرکت دودہ سست ہو تو تر پھلہ اور ہڑ ہڑ سیاہ کا مرہ مفید تدبیر ہے * قبض سے بچاؤ کی تدابیر قبض سے محفوظ رہنے کے لئے اور انتوں کی حرکت درست رکھنے کے لئے ریشہ (فایبر) کا استعمال زیادہ کریں اور اپنی خوراک میں فایبر سپلیمنٹس جو کہ فایبر سے بھر پور ہوں بڑھادیں۔ *

روزانہ اٹھ دس گلاس پانی پیئیں زیادہ پانی کا پینا اجابت کو نرم اور انتوں کی حرکت آرام دہ ہوتی ہے۔
* صبح وشام ہلکی ورزش کریں ورزش سے اعصاب کو طاقت ملتی اور غذا کے اخراج کا عمل تیز ہوتا ہے جس سے انتیں متحرک ہوتی ہیں اوع انتیں کو حرکت درست ہوتی ہے جس سے قبض میں فائدہ ہوتا ہے رات کھانے کے بعد تھوڑی چہل قدمی ضرور کریں۔

* دلایا:

یہ پروٹین کا موثر ذریعہ ہے قبض سے محفوظ رکھنے میں مدد دیتا ہے یہ سپلیمنٹس کا بھی موثر ذریعہ ہے جو کہ قدرتی طور پر قبض دور کرتا ہے بزرگوں کو خاص کر اپنی خوراک میں رکھنا چاہیئے۔
* انجیر: انجیر میں فایبر بہت بڑی مقدار ہوتی ہے یہ خشک پھل نظام ہضم کو درست رکھتا ہے اور حیرت انگیز قبض کشا ہے اس کے چند دانے ہی قبض میں بہت اچھے نتائج دیتے ہیں۔
* سیب:

سیب میں پیکٹین کی بڑی مقدار ہوتی ہے جو انتوں کے نظام کو درست رکھنے میں مددگار ہے اس میں دوسرے پھلوں کے مقابل فرکٹوز زیادہ ہوتا ہے
* پودنیہ اورادرک کی چائے:

پودنیہ اورادرک میں موثر انزائم ہوتے ہیں جو نظام ہضم کی اصلاح کرتے ہیں اس طرح قبض ختم کرنے میں معاون ہے

* شہد:

شہد قبض دور کرنے کے لئے قدرتی تدبیر ہے یہ انٹی اکسیدنٹس ہے دودھ میں ملا کر پینا قبض کشا ہے شہد سب سے اعلیٰ صحت بخش غذا بھی ہے اور قبض کشا بھی ہے اس میں میگلنیم انتوں کی حرکت کو درست رکھتا ہے
* قبض کا دواء علاج

اسپیگول دو چمچ چائے والے نیم گرم دودھ کے ساتھ رات سونے قبل استعمال کرنا بھی مفید ہے
انتوں کی خشکی کی صورت گل قد عصلی چارچ رات سونے سے قبل دودھ سیاور روغن بادام ایک چمچ دودھ سے رات سونے سے قبل پینا موثر تدبیر ہے۔

اگر دوا کی ضرورت ہو تو روزانہ اجابت کھل کرنے ہونے کی صورت یا دقت سے ان صورت ہمدردی گولیاں مفتا ایک عدد تازہ پانی سے رات سونے سے قبل لینا مفید علاج ہے۔

اگر شدید قبض ہو دودو تین تین روز اجابت نہ ہوتی ہو تو قرص ملین ہمدردو عدد تازہ پانی سے یا اٹریٹل ملین ایک چمچ تازہ پانی سے لینا کم از کم دس روز استعمال مفید ہے جبکہ اٹریٹل زمانی اور اندامی بھی موثر ادویہ ہیں مگر معالج سے مشورہ مناسب ہوگا۔ طب یونانی ریشی میں سناکی، ہڑ، ستمو نیا اور ہلیلہ کا صدیوں سے استعمال ہو رہا ہے اب تو مغرب میں ان سے ادویہ بن چکی اور استعمال ہوتی ہیں۔



MODERN LIVING
Made simple

A PROJECT BY
ETIMAA
PROPERTY NETWORK

Rooftop Garden
Rise Mall & Residencia

Best Location
Located On Raiwind Road, Lahore

Installments
Start at Just Rs. 25,500/Month!

2.5 YEARS
INSTALLMENT PLAN



1-A, JINNAH AVENUE COMMERCIAL,
AL-KABIR TOWN PHASE-2, MAIN RAIWIND
ROAD LAHORE

VISIT NOW

therise.com.pk



ڈاکٹر مفتی احمد رضا

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم: محبت سے اطاعت تک

کردار کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

آج ہم کامیابی کو عموماً عہدے، دولت، شہرت، ڈگری، اختیار اور معاشی حیثیت سے ناپتے ہیں، لیکن سیرت ہمیں کامیابی کا ایک اور معیار بتاتی ہے: انسان کا اخلاق۔ آدمی کتنا ذہین ہے، یہ اہم ہے، لیکن وہ کتنا دیانت دار ہے، یہ اس سے زیادہ اہم ہے۔ وہ کتنا ماہر ہے، یہ اہم ہے، لیکن اپنی مہارت کو کس مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے، یہ اہم ہے، لیکن اس کے اثر سے کتنے لوگوں کو خیر پہنچتی ہے، یہ اصل سوال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمیں بتاتی ہے کہ عظمت، علم، کردار، خدمت اور تقویٰ کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہے۔

یونیورسٹی کے استاذ کے لیے بھی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عظیم رہنمائی موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود معلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو محض معلومات کی منتقلی نہیں بنایا بلکہ تربیت کا ذریعہ بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کے مزاج، استعداد اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیم دیتے تھے۔ اس لیے استاذ کے لیے سیرت کا پیغام یہ ہے کہ وہ صرف مضمون نہ پڑھائے بلکہ انسان بنائے۔ طالب علم کی غلطی کی اصلاح ضرور کرے، لیکن اس کی شخصیت کو مجروح نہ کرے؛ اس کے علمی سوال کا جواب دے، لیکن اس کے اندر سوال کرنے کی صلاحیت کو قتل نہ کرے؛ اس کے علم میں اضافہ کرے، لیکن اس کے اخلاق کو بھی سنوارے۔ حقیقت یہ ہے کہ استاذ صرف کتاب نہیں پڑھاتا، اپنی شخصیت بھی پڑھاتا ہے۔ طالب علم استاذ کی تقریر سنتا ہے، لیکن اس سے کہیں زیادہ استاذ کا کردار دیکھتا ہے۔ اگر استاذ علم کی بات کرے اور خود دیانت سے محروم ہو تو اس کی تعلیم کا اثر کمزور پڑ جاتا ہے، اور اگر اس کا علم اس کے اخلاق کے ساتھ جمع ہو جائے تو وہ نسلوں کی تعمیر کر سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک عظیم پہلو انسان سازی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لوگوں کو احکام نہیں سنائے بلکہ انسانوں کے کردار تعمیر کیے۔ ایسے افراد تیار کیے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے تھے، اپنے نفس پر قابو رکھتے تھے، دوسروں کے حقوق پہنچاتے تھے، امانت اور دیانت کو زندگی کا اصول سمجھتے تھے اور اپنی ذات سے معاشرے کے لیے خیر پیدا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوی تعلیم میں علم اور کردار ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیرٌ دُعم من تعلیم القرآن و علمہ، ”تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے۔“

موجودہ دور میں تعلیم کو اکثر ڈگری، ملازمت، عہدے اور معاشی کامیابی کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے، لیکن سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم کا ایک وسیع تر تصور دیتی ہے۔ علم انسان کو زیادہ باخبر بنانے کے ساتھ ساتھ زیادہ ذمہ دار بھی بنائے، اسے زیادہ باصلاحیت بنانے کے ساتھ ساتھ زیادہ دیانت دار بھی بنائے اور اسے معاشرے میں صرف کامیاب فرد نہیں بلکہ مفید انسان بنائے۔ یونیورسٹی کا طالب علم اگر اعلیٰ ڈگری حاصل کر لے مگر علمی دیانت سے محروم ہو، تحقیق میں خیانت کرے، دوسروں کے کام کو اپنے نام سے پیش کرے یا اپنے علم کو تکبر کا ذریعہ بنالے تو اس نے علم کی روح کو نہیں سمجھا۔ قرآن کا اصول ہے: ترجمہ: ”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچاؤ۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا ایک سب سے نمایاں پہلو حسن اخلاق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی جامع ترین تعبیر یہ فرمائی کہ اِنَّ خُلُقَ الْاَنْبِيَاءِ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تعلیمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں محض الفاظ اور نظریات کی صورت میں نہیں بلکہ عملی کردار کی صورت میں ظاہر ہوتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق، نرم مزاجی اور بہترین معاشرتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ انسانی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جسے محض تاریخ کے ایک عظیم واقعہ کے طور پر نہیں پڑھا جاسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کسی ایک زمانے، کسی ایک خطے یا کسی ایک طبقے کے لیے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہدایت، رحمت اور رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور کردار کو ایک جامع جملے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: ترجمہ: ”بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔“ یہ آیت سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے تصور کو ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی صرف سننے، بیان کرنے اور عقیدت کے اظہار کے لیے نہیں، بلکہ اختیار کرنے اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کے لیے ہے۔

سیرت کا اصل مقصد صرف واقعات کا ذخیرہ جمع کرنا نہیں۔ سیرت کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل کو سمجھیں اور پھر اپنی زندگی کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ قرآن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”اسوہ“ قرار دیا ہے، اور اسوہ صرف ایسی شخصیت کو کہتے ہیں جسے دیکھا اور سراہا جائے، بلکہ ایسی شخصیت کو کہتے ہیں جسے اپنے لیے نمونہ بنایا جائے۔

ہماری زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کتنی داخل ہوئی ہے۔ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس محبت کا عملی تقاضا اتباع ہے۔ قرآن مجید نے محبت اور اتباع کے تعلق کو نہایت واضح انداز میں بیان کیا: ترجمہ: یعنی ”اے محبوب! فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔“ اس لیے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم محض جذباتی کیفیت کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا تعلق ہے جو انسان کے عمل، اخلاق اور طرز زندگی میں ظاہر ہونا چاہیے۔

بھی رہنمائی ہے، استاذ کے لیے بھی، محقق کے لیے بھی، تاجر کے لیے بھی، والدین کے لیے بھی، قائد کے لیے بھی اور عام انسان کے لیے بھی۔ یہی سیرت کی جامعیت ہے کہ زندگی کا کوئی اہم شعبہ ایسا نہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہمارے لیے رہنمائی کا سرچشمہ نہ ہو۔

ہمیں سیرت کے مطالعہ کو صرف ربیع الاول کے چند دنوں تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔ ربیع الاول محبت کو تازہ کرنے کا موقع ضرور ہے، مگر سیرت کا تعلق پورے سال اور پوری زندگی سے ہے۔ میلاد ہمیں محبت کی یاد دلاتا ہے، سیرت ہمیں اس محبت کا شعور دیتی ہے اور سنت اس محبت کو عمل میں تبدیل کرتی ہے۔ اگر میلاد کے بعد ہماری نماز بہتر ہو جائے، ہمارے اخلاق بہتر ہو جائیں، ہماری گفتگو میں نرمی آجائے، ہمارے معاملات میں دیانت پیدا ہو جائے، ہماری تجارت میں حلال و حرام کی تمیز مضبوط ہو جائے، ہماری علمی زندگی میں امانت پیدا ہو جائے، ہمارے اختلاف میں تہذیب آجائے اور ہماری معاشرت میں رحمت پیدا ہو جائے تو یہی سیرت رسول ﷺ کا حقیقی اثر ہے۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کتنا جانتے ہیں، اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہماری زندگی میں کتنی موجود ہے؟ کیا ہماری عبادت میں آپ ﷺ کی سنت ہے؟ کیا ہمارے اخلاق میں آپ ﷺ کی تعلیمات ہیں؟ کیا ہماری تعلیم میں آپ ﷺ کی امانت ہے؟ کیا ہماری تحقیق میں آپ ﷺ کی دیانت ہے؟ کیا ہماری قیادت میں آپ ﷺ کی رحمت ہے؟ کیا ہمارے اختلاف میں آپ ﷺ کی حکمت ہے؟ اور کیا ہمارے گھروں میں آپ ﷺ کا حسن معاشرت موجود ہے؟

رسول اللہ ﷺ ہماری گفتگو کا موضوع ہونے کے ساتھ ہماری زندگی کا نمونہ بھی بنیں۔ ہماری محبت صرف زبان پر نہ ہو بلکہ ہمارے کردار میں نظر آئے، ہماری عقیدت صرف جذبات میں نہ ہو بلکہ ہمارے معاملات میں ظاہر ہو، قرآن کا فیصلہ ہمارے سامنے ہے۔ ترجمہ: پس رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے ماضی کی داستان نہیں، حال کی رہنمائی اور مستقبل کی تعمیر کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے، آپ ﷺ کے ادب کو ہمارے دلوں میں قائم رکھے، آپ ﷺ کی سنت کو ہماری زندگیوں کا حصہ بنائے، ہمارے علم کو نافع، ہمارے اخلاق کو پاکیزہ، ہمارے معاملات کو دیانت دار، ہماری تجارت کو حلال، ہماری قیادت کو عادل اور ہماری معاشرت کو رحمت والا بنائے، اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو رسول اللہ ﷺ کو صرف محبت سے یاد نہیں کرتے بلکہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنی زندگی میں اختیار بھی کرتے ہیں۔



شفقت، مظلوم کے ساتھ انصاف، محتاج کی مدد، یتیم کا حق، ڀڙوڊی کا خیال، خاندان کے ساتھ حسن سلوک اور معاشرے میں اس کا قیام۔ یہ سب رحمت کے مظاہر ہیں۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ سے محبت کا ایک عملی ثبوت یہ ہے کہ ہماری ذات سے دوسرے انسان محفوظ اور مطمئن ہوں۔ اگر ہماری زبان لوگوں کو زخمی کرتی ہے، ہمارے معاملات لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، ہماری تجارت دوسروں کا حق کھاتی ہے، ہماری علمی سرگرمی دوسروں کی محنت چراتی ہے اور ہمارے اختیار سے کمزور انسان دب جاتے ہیں تو ہمیں اپنے تعلق سیرت پر غور کرنا چاہیے۔ سیرت ہمیں صرف یہ نہیں بتاتی کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کیسے کی جائے، بلکہ یہ بھی سکھاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے ذریعے انسانوں کے لیے خیر کیسے پیدا کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیادت کو ذاتی مفاد، تکبر یا اقتدار کی نمائش نہیں بنایا بلکہ اسے ذمہ داری، عدل، اصلاح اور خدمت کا ذریعہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت رسول ﷺ آج کے ہر قائد کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ یونیورسٹی کا سربراہ ہو، استاذ ہو، کاروباری ادارے کا مالک ہو، کسی تنظیم کا ذمہ دار ہو یا گھر کا سربراہ۔ ہر شخص کسی نہ کسی درجے میں قیادت کر رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کا اختیار دوسروں کے لیے خوف کا سبب بنتا ہے یا اعتماد کا؟ اس کی موجودگی لوگوں کو دبانے کا باعث بنتی ہے یا ان کی صلاحیتوں کو ابھارتی ہے؟ نبوی قیادت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اختیار دراصل ذمہ داری ہے اور قیادت کا اعلیٰ ترین مفہوم خدمت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو سمجھنے کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں عبادت اور معاشرت، روحانیت اور معاملات، مسجد اور بازار، علم اور عمل، فرد اور معاشرہ ایک دوسرے سے جدا نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے انسان کو ایک مکمل انسان کے طور پر دیکھا۔ اسی لیے آپ ﷺ کی سیرت طالب علم کے لیے

سیرت رسول ﷺ کا رو باری اور معاشی زندگی کے لیے بھی نہایت جامع رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اسلام نے حلال تجارت کو جائز قرار دیا ہے، لیکن نبوی تعلیم نے تجارت کو اخلاق سے جدا نہیں کیا۔ کاروبار میں منافع مطلوب ہو سکتا ہے، مگر دھوکا نہیں؛ ترقی مطلوب ہو سکتی ہے، مگر خیانت نہیں؛ مسابقت جائز ہو سکتی ہے، مگر ظلم نہیں۔

آج کے کاروباری انسان کے لیے سیرت نبوی ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ تجارت میں سچائی اختیار کی جائے، اشیاء کے عیوب نہ چھپائے جائیں، وعدوں کی پابندی کی جائے، ملازمین کے حقوق ادا کیے جائیں، ناجائز منافع خوری اور دھوکے سے بچا جائے اور حلال و حرام کی حدود کو محض مالی فائدے کے لیے پامال نہ کیا جائے۔ ایک کاروباری شخص کے لیے سب سے بڑی کامیابی یہ نہیں کہ اس کا کاروبار کتنا بڑا ہے، بلکہ یہ بھی ہے کہ اس کے کاروبار سے کتنے لوگ محفوظ ہیں، کتنے لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ اپنی دولت کس طرح حاصل اور خرچ کرتا ہے۔ سیرت ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ معیشت اخلاق سے خالی ہو جائے تو ترقی کے باوجود معاشرہ اندر سے کمزور ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک اہم پہلو اختلاف کے ساتھ حسن سلوک اور معاشرتی حکمت ہے۔ انسانی معاشرہ اختلاف سے خالی نہیں ہو سکتا۔ علمی اختلاف بھی ہوگا، فکری اختلاف بھی ہوگا اور رائے کا اختلاف بھی ہوگا، لیکن اختلاف کو دشمنی، تحقیر اور بدزبانی میں تبدیل کرنا اسلامی اخلاق نہیں۔ قرآن نے رسول اللہ ﷺ کے اسلوب قیادت کے بارے میں فرمایا: ترجمہ: ”اللہ کی رحمت ہی کے سبب آپ ان کے لیے نرم ہو گئے۔“ اسی آیت میں مشاورت کا اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ مضبوط قیادت سخت مزاجی کا نام نہیں؛ اصول پر قائم رہتے ہوئے حکمت، نرمی، مشاورت اور خیر خواہی اختیار کرنا بھی قیادت کا حصہ ہے۔

یہ اصول آج کی یونیورسٹی، ادارے، خاندان اور معاشرے کے لیے نہایت اہم ہے۔ اختلاف رائے انسان کی فطرت ہے، مگر اختلاف رائے کو اختلاف قلب نہیں بننا چاہیے۔ ہم کسی سے علمی اختلاف کر سکتے ہیں، مگر اس کی عزت برقرار رکھ سکتے ہیں۔ ہم کسی موقف کی تردید کر سکتے ہیں، مگر انسان کی تحقیر نہیں کر سکتے۔ ہم دلیل میں مضبوط ہو سکتے ہیں، مگر زبان میں مہذب بھی رہ سکتے ہیں۔ یہی نبوی مزاج معاشرے کو انتشار کے بجائے مکالمے اور تصادم کے بجائے اصلاح کی طرف لے جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ایک بنیادی تعارف قرآن نے یہ بیان کیا: ترجمہ: ”اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔“ یہ آیت سیرت نبوی ﷺ کے مزاج کو سمجھنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت صرف جذباتی شفقت کا نام نہیں بلکہ انسان کی دینی، اخلاقی، معاشرتی اور انسانی اصلاح کا جامع تصور ہے۔ کمزور کے ساتھ

نصف صدی کی کمزور ترین پاکستانی کرکٹ ٹیم، ذمہ دار کون؟

پاکستانی کرکٹ ٹیم پستی کی آخری حد تک پہنچ گئی

رپورٹ: محمد عمر

جاتی، جو ٹیم بنگلہ دیش سے ہوم سیریز میں وائٹ واش ہو چکی ہو اس سے توقع کرنا فضول ہے کہ وہ انگلینڈ، آسٹریلیا میں جا کر کوئی ٹیسٹ ڈرا بھی کر لے گی، وہ زمانہ خواب لگتا ہے جب پاکستانی کرکٹ ٹیم آسٹریلیا، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز نیوزی لینڈ کی ٹیموں کو ان کے ہوم گراؤنڈز پر ہرا دیا کرتی تھی، پاکستان میں کرکٹ کا اسی طرح جنازہ نکل چکا ہے جیسے ہاکی اور اسکواش جیسی کھیلوں کے نکل چکے ہیں، ہاکی میں پاکستانی ٹیم ورلڈ کپ کیلئے کوالیفائی بھی نہیں کر پاتی، جہانگیر خان اور جان شیر کے زمانہ میں اسکواش کی پہلی دونوں پوزیشنیں پاکستان کی

2000 میں دو ٹیسٹ پر مشتمل سیریز 1_1 سے برابر ہو گئی، 2006 اور 2010 کی سیریز پاکستان 3 صفر اور 3 صفر سے ہار گیا۔ 2016 میں پاکستانی ٹیم نے مصباح الحق کی قیادت میں انگلینڈ کا دورہ کیا اور سیریز 2_2 سے برابر ہو گئی، 2018 میں سرفراز احمد کی قیادت میں پاکستانی ٹیم نے انگلینڈ کا دورہ کیا اور سیریز 1_1 سے برابر رہی، 2020 میں پاکستانی ٹیم نے انظر علی کی قیادت میں انگلینڈ کا دورہ کیا، پہلا ٹیسٹ جیت کر پاکستانی ٹیم سیریز جیت سکتی تھی مگر انظر علی کی ناقص کپتانی اور خراب فیلڈنگ نے ایسا نہ ہونے دیا اور انگلینڈ نے تین وکٹ سے ٹیسٹ جیت

بیرون ملک 16 میں سے 15 ٹیسٹ ہارنے کے بعد بھی محسن نقوی اور عاقب جاوید عہدے چھوڑنے کو تیار نہیں 1976 میں جب پاکستان کے تمام سینئر کھلاڑی عمران خان، ظہیر عباس، ماجد خان، مشتاق محمد، آصف اقبال گیری پیکر میں شمولیت کے باعث قومی ٹیم کیلئے دستیاب نہ تھے تو نئے کھلاڑیوں پر مشتمل ایک ٹیم کو وسیم باری کی قیادت میں انگلینڈ بھیجا گیا تھا اس ٹیم کو پہلے دونوں ٹیسٹ میں انگلینڈ سے شکست ہوئی جبکہ تیسرا ٹیسٹ بارش



ہوتی تھیں، اب پہلی 100 پوزیشن میں بھی پاکستان کا کوئی کھلاڑی موجود نہیں، پاکستانی ٹیم اسی طرح ہار رہی تو انٹرنیشنل ٹیمیں پاکستان کے ساتھ کھیلنا ہی چھوڑ دیں گی، جس ٹیم کا لیول پی ٹیسٹ کرکٹ والا نہیں اس کے۔ ساتھ ٹیسٹ کون کھیلے گا، بہت جلد پاکستانی ٹیم بھی آئرلینڈ، افغانستان اور زمبابوے کی طرح صرف وائٹ بال کرکٹ ہی کھیلا کرے گی۔ یہ کارنامہ محسن نقوی اور عاقب جاوید انجام دیں گے۔

کر سیریز بھی جیت لی، تاریخ میں پہلی مرتبہ پاکستانی ٹیم انگلینڈ میں وائٹ واش ہونے جا رہی ہے جس کے بعد کیا ہوگا، سارا ملکہ پاکستان یہ ڈال کر اس کو تبدیل کر دیا جائے گا مگر ٹیم کو اس پست ترین سطح پر پہنچانے والوں محسن نقوی چیمبر مین پی سی بی اور عاقب جاوید چیف سلیکٹر کو کچھ بھی نہیں کہا جائے گا۔ پاکستانی کرکٹ ٹیم ٹیسٹ کھیلنے والے ممالک میں سب سے نچلی پوزیشن پر پہنچ چکی ہے اس سے نیچے کوئی پوزیشن ہے نہیں ورنہ اس کیلئے بھی کوشش کر لی

کے باعث ڈرا ہو گیا، اس کے بعد 1982 میں پاکستانی ٹیم نے عمران خان کی قیادت میں انگلینڈ کا دورہ کیا، ناقص ایمپائرنگ کے باعث پاکستانی ٹیم سیریز تو ہار گئی مگر لارڈز کی تاریخی فتح سے پاکستانی ٹیم کا وقار بلند ہوا جس میں محسن خان کی ڈبل سنچری اور مدثر نذر کی 6 وکٹیں آج بھی شائقین کو یاد ہیں، اس کے بعد پاکستانی ٹیم کے عروج کا زمانہ شروع ہوا اور پاکستان نے 1987، 1992 اور 1996 میں انگلینڈ میں مسلسل تین سیریز جیت لیں،

رپورٹ: محمد عمر

Paying Tribute to the recipient of
NISHAN-E-HAIDER



اے پتر ہٹاں تے نہیں وکدے۔۔۔ تولیدی پھریں بازار کڑے راجہ عزیز بھٹی شہید۔۔۔ نشان حیدر

ایک شہید کی داستان جس نے دشمن کی لاہور جھانہ میں چائے کی حسرت خاک میں ملا دی
6 ستمبر 1965 کے ہیرو کی زندگی پر بنائی جانے والی خوبصورت ٹیلی فلم

بالکل سامنے تھا تو اس جانباز نے مورچہ میں چھپنے کی بجائے
سامنے آ کر وطن کا دفاع کیا اور 6 دن مسلسل حالت جنگ
میں رہنے کے بعد جام شہادت نوش کر لیا جس کے ساتھ
ملکہ ترنم کے ترانے کے بول ناقابل بیان کیفیت پیدا کر
دیتے ہیں۔

علی تمہاری شجاعت پہ جھومتے ہونگے
حسین پاک نے ہانہوں میں لے لیا ہو گا
تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں
اے راہ حق کے شہید وفا کی تصویر
فلم میں راجہ عزیز بھٹی کا کردار کرنے والے فنکار
ناصر شیرازی کو ہر ایوارڈ دینا چاہیے تھا۔ یہ ٹیلی فلم ان لوگوں
کی برین واشنگ کر سکتی ہے جو ایوب خان، یحییٰ خان، ضیا
الحق اور پرو مشرف کو ناپسند کرنے کے باعث فوج کے
بارے میں منفی تاثر قائم کر لیتے ہیں ان کی غلطیوں میں وطن
کے ان سپوتوں کا کوئی قصور نہیں جو ہر وقت شہادت کی تمنا
لے کر ملک کے چپے چپے کی حفاظت کرتے ہیں۔

میجر عزیز بھٹی کے مزار کو دیکھ کر آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
کہ اس میں قوم کا ایک بہادر سپوت سو رہا ہے جس نے اپنے
بچوں کے یتیم ہونے کی پروا نہ کی اور اپنی قوم کے ہزاروں
بچوں کو یتیم ہونے سے بچالیا۔
تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں۔

1965 سے 11 ستمبر 1965 تک راجہ عزیز بھٹی نے
جس طرح بیدیاں میں پاکستانی سرحد کا دفاع کیا اور دشمن



کے لاہور جھانہ میں چائے پینے کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ
ہونے دیا، کمانڈر افسر کے بار بار کہنے کے باوجود میجر عزیز
بھٹی آرام کرنے کیلئے تیار نہ ہوئے، آخر میں جب دشمن

پاکستان کے ناظرین کی حسرت رہی ہے کہ قومی ہیروز کو
خراج تحسین پیش کرنے کیلئے فلمز اور ڈرامے تیار کئے
جائیں، پڑوسی ملک فلموں کے ذریعہ پروپیگنڈہ کرنے میں
بہت آگے نکل چکا ہے، سنی دیول کے گھر کا بچن ہی پاکستان
مخالف فلموں سے چل رہا ہے، اب اس دوڑ میں اکٹھے کھنہ
اور دیگر چھوٹے موٹے فنکار بھی شامل ہو گئے ہیں، پاکستانی
فلمساز تو مولا جٹ سے آگے نہیں بڑھ سکے، پاکستان ٹیلی
ویژن بے 3 دھائیاں قبل نشان حیدر حاصل کرنے والے
پاکستانی ہیروز کی زندگیوں پر مبنی ٹیلی فلمز پیش کی تھیں جن میں
میجر طفیل، کیپٹن سرور، راشد منہاس اور راجہ عزیز بھٹی کی
زندگیوں پر بنائی جانے والی ٹیلی فلمز بہت پسند کی گئی تھیں،
آج ہم پاکستان کے 61 ویں ہوم دفاع کے موقع پر میجر
راجہ عزیز بھٹی کی زندگی پر بنائی جانے والی فلم کا ذکر کریں
گے۔ پی ٹی وی پر پیش کی جانے والی اس فلم کو اصغر ندیم سید
نے تحریر کیا تھا جبکہ سلیم احمد نے ہدایات دی تھیں، میجر عزیز
بھٹی کا مرکزی کردار ناصر شیرازی نے ادا کیا تھا جبکہ ان کی
اہلیہ کا کردار فرخندہ نے نبھایا تھا، ناصر شیرازی کا انتخاب
غالباً اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ ایران کن حد تک میجر عزیز
بھٹی شہید سے مشابہت رکھتے تھے، دیکھنے والوں کو محسوس ہو
رہا تھا کہ ان کے سامنے راجہ عزیز بھٹی شہید کی ہی فلم چل رہی
تھی، پی ٹی وی اور ہدایت کار کو خراج تحسین پیش کرنا
چاہئے کہ اس نے ٹیلی فلم کی شوٹنگ لاہور میں بیدیاں کے
علاقہ میں اور بچل مقامات پر کی جس سے حقیقت کا سماں
پیدا ہو گیا، تاریخ کو دہراتے ہوئے زندہ دلان لاہور کا جذبہ
دکھایا گیا جو لڑھکیاں اور ڈنڈے اٹھا کر جنگ میں شرکت
کیلئے نکل آئے تھے، بہنوں اور بیٹیوں نے اپنے زیور نکال کر
دفاع کیلئے پیش کر دیئے تھے، زخموں کیلئے خون کے عطبات
کی اپیل پر اتنا خون جمع ہو گیا تھا کہ ان کو سٹور کرنے کیلئے جگہ
نہیں رہی تھی، اس فلم میں یہ تمام مناظر دیکھ کر انسان ماضی
میں کھو جاتا ہے، یوم دفاع کو 61 برس بیت چکے ہیں، ایسے
لوگ بہت کم رہ گئے ہیں جو جنگ 65 کے موقع پر شعور کی
حالت میں موجود تھے، نئی نسل کو اس جذبہ سے روشناس
کرانے کیلئے اس ٹیلی فلم کو ہر سال آن ایئر کرنا چاہئے۔
ہدایت کار نے بڑی خوبصورتی سے جنگ 65 میں پیش کئے
جانے والے ملی نعمات

اے پتر ہٹاں تے نہیں وکدے
ساتھیو مجاہدو جاگ اٹھا ہے سارا وطن
رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو
فلم میں شامل کئے ہیں کہ دیکھنے والے جذبات پر قابو
نہیں پاسکتے اور بے ساختہ آنکھیں بھیگ جاتی ہیں، 6 ستمبر



BAHIR REH KAR BHI REHTAY HAIN PARESHAN?

**TOU WAPSI KA
PLAN
BANAYEIN,
ETIHAD TOWN
PHASE - IV KO**

**APNA
PERMANENT ADDRESS
BANAYEIN**

RESIDENTIAL PLOTS

5 | 10 | 20 | 40 MARLA

CONTACT +923214449225

**FAIDA ISSI
MEIN HAI**